

مولانا محمد الیاس گھمن

ماہنامہ
بنات اہلسنت

جلد نمبر 5 اگست ستمبر 2014ء شمارہ نمبر 89

09

7 ستمبر یوم دفاع ختم نبوت

36

عالم اسلام کا مد و جزر

44

غزہ کے بچے

صنف نازک اور اسلامی تعلیمات

30

مرکز اصلاح النساء سرگودھا کا ترجمان

ماہنامہ بنات اہلسنت

شمارہ 89

اگست، ستمبر 2014ء

جلد نمبر 5

معاون مدیر

مولانا محمد کلیم اللہ
نگران شعبہ رسائل و جرائد

مدیر

مولانا محمد الیاس گھمن

آنجنسی ہولڈرز زمرہ لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

● آپ یہ شمارہ آن لائن پڑھ اور ڈاؤن لوڈ

بھی کر سکتے ہیں

www.ahnafmedia.com

سرکولیشن منیجر

0332-6311808

Contact Us

قیمت فی شمارہ 30 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ 300 روپے
زر تعاون

www.ahnafmedia.com

zARBekaleem313@gmail.com

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

فہرست

- 5 وقت کی انگریزی
اداریہ
- 9 7 ستمبر یومِ دفاعِ ختمِ نبوت
محمد داؤد الرحمن علی
- 30 صنفِ نازک اور اسلامی تعلیمات
معظمہ کنول
- 36 عالمِ اسلام کا مدوّ و جزر
محمد مبشر بدر
- 40 ہم نے کانٹوں میں بھی گلزار کھلا رکھا ہے
بنت عبدالمالک نقشبندیہ
- 44 غزہ کے بچے
نعیم الرحمان شائق
- 47 اسرائیل کا ناصور
پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد خورشید
- 53 یہ شکایت نہ سمجھنا !!
بنت مولانا عبدالحجید رحمہ اللہ
- 59 موبائل کی کارستانیوں!
مفتی محمد معاویہ اسماعیل
- 73 اونٹ
محمد نعیم حنان

درس قرآن

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَقَرَنَ فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ

ترجمہ: یعنی بیٹھو اپنے اپنے گھروں میں اور زمانہ قدیم کی جاہلیت والیوں کی طرح نہ پھرو۔

یہاں جاہلیت اولیٰ سے مراد وہ جاہلیت ہے جو اسلام سے پہلے دُنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس لفظ میں اشارہ ہے کہ اس کے بعد بھی کوئی جاہلیت آنے والی ہے جس میں اسی طرح کی بے حیائی و بے پردگی پھیل جائے گی۔ وہ شاید اس زمانہ کی جاہلیت ہے۔ جس کا اب مشاہدہ ہر جگہ ہو رہا ہے۔

اس آیت میں پردہ کے متعلق اصلی حکم یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں (یعنی بلا ضرورت شرعیہ باہر نہ نکلیں) اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جس طرح اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت کی عورتیں علانیہ بے پردہ پھرتی تھیں ایسے نہ پھرو۔ لفظ تَبَرُّج کے اصلی معنی ظہور کے ہیں اور اس جگہ مراد اس سے اپنی زینت کا اظہار ہے غیر مردوں پر جیسا کہ دوسری آیت میں غَابِرَاتٌ مَّتَابِرَاتٌ يَزِينْنَ أَنْفُسَهُنَّ بِالْحُجُرِّمْ وَأَمْ يُرِيدُ الْفَاحِشَةَ الْفَحِشَةَ وَالْجَبِيحَةَ الْقُبْحَىٰ۔ اس آیت سے پردہ کے متعلق دو باتیں معلوم ہوئیں، اول یہ کہ اصل مطلوب عند اللہ عورتوں کے لئے یہ ہے کہ وہ گھروں سے باہر نہ نکلیں، ان کی تخلیق گھریلو کاموں کے لئے ہوتی ہے ان میں مشغول رہیں اور اصل پردہ جو شرعاً مطلوب ہے وہ حجاب بالیوت ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر بضرورت کبھی عورت کو گھر سے نکلنا ہی پڑے تو زینت کے اظہار کے ساتھ نہ نکلے بلکہ برقع یا جلیاب جس میں پورا بدن ڈھک جائے وہ پہن کر نکلے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

درسِ حدیث

عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من خيارکم احسنکم اخلاقاً۔

رواہ البخاری و مسلم

ترجمہ: صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ ایمان اور اخلاق میں ایسی نسبت ہے کہ جس کا ایمان کامل ہو گا اس کے اخلاق لازماً بہت اچھے ہوں گے اور اسی طرح جس کے اخلاق بہت اچھے ہوں گے اس کا ایمان بھی بہت کامل ہو گا۔

یہ بات یاد رہے کہ ایمان کے بغیر اخلاق بلکہ کسی بھی عمل کا حتیٰ کہ عبادت کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہر عمل اور نیکی کے لیے ایمان بمنزل روح اور جان کے ہے۔ اس لیے اگر کسی شخصیت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے بغیر اخلاق نظر آئے تو وہ حقیقی اخلاق نہیں بلکہ اخلاق کی صورت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی قیمت نہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان اور اخلاق اپنانے اور ان کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین

وقت کی انگریزی

اداریہ

کسی بھی معاشرے کی اصلاح اور فساد میں ”فرد“ کو پہلے تیار کیا جاتا ہے۔ اور فرد کی اصلاح و بگاڑ میں سب سے پہلے اس کے فکری و اعتقادی پہلوؤں کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اہل حق کا طبقہ (انبیاء، صحابہ، اہل بیت، اولیاء) انسانیت کے فکر و اعتقاد کو اس زاویے پر ڈھالتے ہیں جس کا حکم خود خالق کائنات نے دیا ہے۔ تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفوس کی بدولت ظلمتوں سے نور کی طرف کھینچ لاتے ہیں، عقائد و اعمال کو اسلامی قالب میں ڈھالتے ہیں، انسان کو فطرت پر قائم رکھتے ہیں اور دنیا و آخرت میں کامیابی کے سہرے اس کے سر پر سجاتے ہیں۔

اہل حق کی محنت کا میدان انسانی قلوب ہوتے ہیں۔ وہ ان کو عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ سے مزین اور مرصع کرتے ہیں۔ اس میں ایمان و ایقان کی ایسی شمعیں روشن کرتے ہیں جس سے دنیوی و اخروی حقائق کا کماحقہ ادراک بآسانی کہا جاتا ہے۔ اس کو ”فراستِ مومن“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اہل حق کے بالمقابل شیطان اور اس کے حواری بھی اسی قلبِ انسانی کو تختہ مشق بناتے ہیں۔ وساوس و اوہام کی کالک سے اس کو ظلمت کے کھنڈر میں تبدیل کر دیتے ہیں اور یہ دل کو شرک، الحاد، بدعت، فسق، فجور، ظلم اور ناانصافی ”بھوت بنگلہ“ بن جاتا ہے۔ اہل حق انسانیت کی فلاح اور ابدی نجات کے لیے اسے زندگی گزارنے کے ایسے ”زریں اصول“ دیتے ہیں جس سے اس کی دنیا بھی بہتر ہوتی ہے اور آخرت میں بھی سرخروئی نصیب ہوتی ہے۔ دنیا میں عزت، خود اعتمادی، غیرت و حمیت اور جذبہ خیر خواہی کو اس کے خمیر میں گوندھتے ہیں۔ یہی ”فرد“ جب ایک اجتماعی شکل

میں رونما ہوتا ہے تو ”اصلاح معاشرہ“ کی جیتی جاگتی تصویر بن جاتا ہے۔

جبکہ شیطان کے آلہ کار بھی اپنی محنت میں مگن رہتے ہیں اور انسانی قلب پر بدگمانی، بد اعتقادی، بے غیرتی کے اتنے نشتر چھوتے ہیں کہ اس چھلنی دل میں حمیت وغیرت، خود اعتمادی اور خیر خواہی کے جوہر نہیں ٹھہر سکتے۔ پھر یہی ”فرد“ جب جتھے اور فرقہ واریت کی بد نما صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو معاشرے میں برائی اور بدی عام ہو جاتی ہے۔ تاریخ عالم بتاتی ہے کہ مسلم قوم کا المیہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ اس کو راہ راست پر لانے والے رہبر اور اس کی متاع زندگی کو لوٹنے والے رہزن؛ تقریباً ”ہم شکل“ ہیں۔ اس قوم کے جسم کو گھائل کرنے والے اور اس کے مسیحا دونوں دیکھنے میں ”ایک جیسے“ ہیں۔ اس کے عقائد و نظریات کے رکھوالے اور ان کو لوٹنے والے آپس میں ” ملتے جلتے“ ہیں۔ اس کی عبادات و معاشرت کے محافظ اور ان میں رخنہ اندازی والوں کی شکل شباهت زیادہ مختلف نہیں۔ الغرض راہنما اور قزاق جسم اور سائے کی طرح ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ آج بھی دیکھے کہ مسلم قوم جہاں کہیں بھی ہے مثلاً فلسطین، شام، عراق، افغانستان، کشمیر وغیرہ اس کو بے شمار ایسی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس سے انسانیت کا دل پسینج جاتا ہے اور بالخصوص وطن عزیز کے مسلمانان کے لیے تو حالات بہت نازک اور حساس ہیں۔ رہزنوں کا ایک ٹولہ ہے جو ان سادہ لوح لوگوں کو وطن عزیز کی تقدیر بدلنے کے سنہری نعرے کے جال میں پھنسانے میں سر توڑ محنت کر رہے ہیں۔

وقت ایک بار پھر انگڑائی لے رہا ہے اس لیے تمام اہلیان وطن سے گزارش ہے کہ حق و باطل میں فرق کو سمجھیں بھی اور باطل کو ناکام بنا کر اہل حق کا بھرپور ساتھ دیں بخارا، سمرقند اور اندلس کی تاریخ ہمیں سوچنے کی بھرپور دعوت دے رہی ہے۔ اے اہلیان وطن! تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو۔

مہر صیاس کھن

یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟

لوگو	اے	پوچھا	نے	تاریخ
ہے	دنیا	کی	دنیا	یہ
ہے	میری	یہ	نے	شاہی
لیا	مان	یہ	دنیا	اور
سجے	ایوان	بچھے	تخت	پھر
لگے	دربار	بچے	گھڑیاں	گھڑیاں
بہے	خون	اور	چلی	تلوار
مرے	انسان	لڑے	انسان	انسان
کو	شاہی	آخر	نے	دنیا
لیا	پہچان	لیا	پہچان	پہچان
لوگو	پھر	پوچھا	نے	تاریخ
ہے	دنیا	کی	دنیا	یہ
ہے	میری	یہ	نے	دولت
لیا	مان	یہ	دنیا	اور
جے	بازار	کھلے	بینک	پھر
بڑھے	بیوپار	جمے	بازار	بازار
کے	انسان	لٹے	انسان	انسان
اٹھے	چنچ	سب	آرام	آرام
کو	دولت	آخر	نے	دنیا

پہچان لیا پہچان لیا
 تاریخ نے پوچھا پھر لوگو
 یہ دنیا کس کی دنیا ہے
 محنت نے کہا یہ میری ہے
 اور دنیا نے یہ مان لیا
 پھر روح دبی پھر پیٹ بڑھے
 افکار سڑے کردار گرے
 ایمان لٹے اخلاق جلے
 انسان نرے حیوان بنے
 دنیا نے آخر محنت کو
 پہچان لیا پہچان لیا
 تاریخ نے پوچھا پھر لوگو
 یہ دنیا کس کی دنیا ہے
 مومن نے کہا اللہ کی ہے
 اور دنیا نے یہ مان لیا
 پھر قلب و نظر کی صبح ہوئی
 اک نور کی لے سی پھوٹ بھی
 اک اک خودی کی آنکھ کھلی
 فطرت کی صدا پھر گونج اٹھی
 دنیا نے آخر آقا کو
 پہچان لیا پہچان لیا

7 ستمبر..... یومِ دفاعِ ختمِ نبوت

محمد داؤد الرحمن علی

7 ستمبر کا دن پاکستان کے مسلمانوں کے لئے خصوصی طور پر اور دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر ایک یادگار اور تاریخی دن ہے۔ یہ دن جب ہر سال ستمبر کے مہینے میں لوٹ کر آتا ہے تو ہمیں اس تاریخ ساز فیصلے کی یاد دلاتا ہے جو پاکستان کی قومی اسمبلی نے عقیدہ ختم نبوت کی حقانیت کا بر ملا اور متفقہ اعلان کرتے ہوئے جاری کیا تھا۔ اسی عظیم اور تاریخ ساز فیصلے کی رو سے قادیانی نبوت اور اس کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تھا۔ قومی اسمبلی نے جمہوری طریقے کے مطابق متفقہ طور پر یہ بل پاس کیا۔ عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کے ایمان کی اصل اور اساس ہے۔ ختم نبوت کا منکر بالاتفاق دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الزماں ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کا واضح اعلان موجود ہے۔

جھوٹے مدعیان نبوت کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور سے شروع ہوتا ہے۔ مگر رحمن و شیطان کی جنگ تو ازل سے جاری ہے، بلکہ اس دن سے جاری ہے کہ جس روز سے ابلیس ملعون نے رب کعبہ کے حکم پر انسان کو سجدہ کرنے سے ہی انکار کر دیا تھا اور حضرت انسان کو گمراہ کرنے کے عزم صمیم کا اظہار کیا۔ شیطان نے اپنے رب سے انسان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرنے کا دعویٰ کیا اور اعلان کیا کہ روز قیامت اپنی تباہی و بربادی سے قبل آدم کی زیادہ سے زیادہ اولاد کو واصل جہنم کروانا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اس نے انسانوں میں سے اپنے نمائندے چنے، جنہوں نے مختلف طریقوں سے دین حنیف پر چلنے والوں کو گمراہ کیا۔

انہیں میں سے ایک طریقہ نبوت کے جھوٹے دعوے کا تھا۔

یہ دعویٰ نبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد بھی دنیا کے مختلف حصوں اور کوچوں میں جاری رہا۔ اب تک 72 کے قریب سیاہ بختوں نے نبوت کی عظیم دیوار میں نقب لگانے کی کوشش کی۔ ان میں سے چند بد بختوں کے نام یہ ہیں: اسود، طلحہ اسدی، مسیلمہ کذاب، سجاح بنت حارث تمیمیہ، مختار ابن ابو عبید ثقفی، حارث کذاب دمشقی، مغیرہ بن سعید عجمی، بیان بن سمعان تمیمی، صالح بن ظریف برغواطی، بہاد زریذ زوزانی نیشاپوری، اسحق اخرس مغربی، استاد میس خراسانی، یحییٰ بن فارس ساباطی، علی بن محمد خارجی، یحییٰ بن زکریا، علی بن فضل، یحییٰ ابو الطیب احمد بن حسین متنبی، حسین بن حمدان خصیمی یا دور جدید کا محمد یوسف کذاب۔ ان تمام کو امت مسلمہ نے بالافتقار مسترد کر دیا۔ بعض کے خلاف تو جہاد کیا، بعض کو دیس نکالا دے ڈالا اور بعض کے خلاف تردیدی مہم چلائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق نبوت کے ہر مدعی کو کذاب اور دجال قرار دے کر اسلام کی مہکتی ہوئی بستی سے کوسوں دور پھینک دیا۔ ان میں سے کئی تو اہل ایمان کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے اور گزشتہ زمانے کی ایک کہانی بن گئے۔

اسی تناظر میں ہم مرزا غلام قادیانی کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے پاپا کردہ اس صدی کی عظیم تحریک کا جائزہ لیتے ہیں۔ مرزا قادیانی کسی گمنام خاندان کے فرد نہیں؟ بلکہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس کا تذکرہ تاریخ کے صفحات میں موجود ہے۔ مرزا قادیانی کا خاندان سکھوں کے دور اقتدار میں بھی سکھوں کے ساتھ مل کر پنجاب کے مختلف علاقوں میں مسلمان حریت پسندوں کے خلاف شمشیر بکف رہا۔ جب انگریز پنجاب میں آئے اور سکھ دور حکومت زوال پذیر ہوا تو مرزا قادیانی کے اسلاف انگریزوں کے ساتھ مل کر ان حریت پسندوں کے خلاف بھی نبرد

آزما ہو گئے جو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے مصروف جہاد تھے۔

مرزا قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے رنجیت سنگھ کی فوج میں ملازم رہ کر مہاراجہ کی ہر فوجی مہم میں قابل قدر خدمات سر انجام دیں۔ رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں سید احمد شہید کے حریت پسندوں کا جہاد دراصل اسی سکھ حکومت کے خلاف تھا، اس لئے کشمیر پشاور اور ہزارہ پر سکھوں نے جتنے بھی حملے کئے، وہ صرف مسلمانوں کے خلاف تھے۔ ان حملوں میں مرزا قادیانی کے والد اور بھائی غلام مرتضیٰ اور مرزا غلام قادر سکھ فوج میں ملازم ہو کر مسلمانوں کے خلاف مصروف پیکار رہے۔ مرزا غلام مرتضیٰ نے اپنی فوجی زندگی کا بیشتر حصہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے شیر سنگھ کی ملازمت میں بسر کیا اور یہ وہی شیر سنگھ ہے جس کی قیادت میں بالا کوٹ کے مقام پر سید احمد شہید کے مجاہدوں کی آخری جھڑپ ہوئی، جس میں جذبہ جہاد سے سرشار اسلام کی عظیم تحریک اسلام کے نام پر قربان ہو گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج و تخت ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے کی کوشش کرنے والے طالع آزماؤں میں مرزا غلام احمد قادیانی ملعون بھی شامل تھا، جس نے سلطنت برطانیہ کے ایما پر جھوٹی نبوت کا اعلان کیا اور اسلام کے عقائد پر تیشے چلانے شروع کیے، مرزا قادیانی 1939ء یا 1940ء میں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا۔

خاندانی نمک خواری کے اثرات کا اظہار بعد میں اس طرح ہوا کہ مرزا قادیانی نے بدیسی انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دے دیا اور انگریز کی حکومت کو اللہ کا سایہ اور خود کو اس کا خود کاشتہ پودا قرار دیا: بقول مرزا قادیانی بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے، کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا

عین واجب ہے، اس سے جہاد کیسا؟ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ (شہادت القرآن، ص 45)

وہ تو خود 26 مئی 1908ء میں قضائے حاجت کے دوران طبعی موت کا شکار ہو کر نشانِ عبرت بن گیا، مگر حکومتی سرپرستی میں یہ فتنہ نہ صرف موجود رہا، بلکہ مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکے بھی ڈالتا رہا۔ قیام پاکستان کے بعد وطن عزیز کو ہائی جیک کرنے کی بھی کوشش کی گئی، بلکہ اعلیٰ حکومتی عہدوں پر برہمان قادیانیوں نے اس ملک کو اس کے اصل مقصد قیام معنی یہاں احیائے اسلام کی منزل سے دور کرنے کی بھی سعی نامشکورہ برابری رکھی اور انگریز کا حق نمک ادا کرتے ہوئے، ان کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے سرگرم ہو گئے۔ انگریزوں کے ایماء پر پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کو بنایا گیا۔ جس نے تمام ریاستی وسائل کو قادیانی ارتداد کی تبلیغ اور اقتدار پر شب خون مارنے کی سازشوں کو پروان چڑھانے پر صرف کیا۔ ملک پر عملاً قادیانیوں کی حکومت تھی۔ مرزا بشیر الدین 1952ء میں بلوچستان کو ”احمدی سٹیٹ“ بنانے کی پیش گوئیاں کر رہا تھا۔ سفاک و ظالم جنرل اعظم خان نے مارشل لاء لگا دیا۔ بدترین ریاستی تشدد کے ذریعے ہزاروں فدائیانِ ختم نبوت کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا، تمام رہنما قید کر لیے گئے۔ ان کو تشدد کے ذریعے کچل دیا گیا۔ مختلف تحریکیں جو ختم نبوت کو خلاف قانون قرار دے کر ملک بھر میں ان تنظیموں کے تمام دفاتر سر بہرہ اور ریکارڈ قبضہ میں لے کر تلف کر دیا گیا۔

اس کی ایک جھلک ان سطور میں ملاحظہ فرمائیے:

قادیانی منتخب ارکان نے اقتدار میں آنے کے بعد پاکستان اور عوام کو نقصان پہنچانے کی کوششیں شروع کر دی، وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی نے 7 سال کے عرصہ وزارت میں پاکستان کے اندر اور باہر قادیانیوں کی جڑوں کو خوب مضبوط کیا، پاکستان

کے بیرون ملک سفارت خانوں میں چن چن کر قادیانی بھیجے گئے۔ پاکستان میں ایک نیا قادیان بسانے کے لئے ایک علیحدہ خطہ ربوہ کے نام سے الاٹ کیا گیا، یوں پاکستان کے قلب میں ایک وسیع خطہ قادیانی ریاست کے لیے مخصوص ہو گیا۔ مشرقی و افریقی ممالک میں وسیع پیمانے پر مرزائی مبلغ بھیجے گئے، اور باوجود اس کے کہا گرچہ اسرائیل کی یہودی حکومت سے حکومت پاکستان کا کوئی تعلق اور رابطہ نہیں تھا، مگر تل ابیب اور حیفہ میں مرزائیوں کے مراکز قائم کیے گئے، یوں برطانیہ کا خود کاشنہ پودانہ صرف پاکستان بلکہ تمام ممالک میں ایک تن آور درخت بنتا جا رہا تھا۔ سکندر مرزا اور ایوب خاں کی غفلتوں یا چشم پوشی کی وجہ سے پاکستان کے کلیدی مناصب پر مرزائی چھائے ہوئے تھے۔

حکومت نے محکمہ اوقاف کے ذریعے مسلمانوں کی تمام املاک وقف ایکٹ کے تحت قبضے میں لے رکھی تھیں اور قادیانی معاشی طور پر پاکستان میں مضبوط ہی نہیں ہو رہے تھے، مٹھی بھر مرزائی، پاکستان پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے تھے، ساتھ ہی مسلم اکثریت کے خلاف سازشوں اور بد معاشیوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

اس عظیم فتنے کے خلاف پہلی باقاعدہ تحریک 1953ء میں چلائی گئی، مگر حکومتی سرپرستی میں اس تحریک کو کچلنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا گیا اور بے دریغ خون بہا کر اور ہمہ قسم ریاستی مظالم کے پہاڑ توڑ کر اس تحریک کو اگرچہ بظاہر منزل پر نہ پہنچنے دیا گیا، لیکن ان قربانیوں نے قادیانیت اور اس کے بھی خواہوں پر یہ ضرور واضح کر دیا کہ حق کے قافلے کو یوں باز نہیں رکھا جاسکتا، جدوجہد جاری رہی، علمائے کرام نے اپنے فرض منصبی کے تحت بلا تفریق مسلک و فرقہ عقیدہ ختم نبوت کا پرچار جاری رکھا اور رائے عامہ کو اس قدر ہموار کر دیا کہ ایک کال پر پوری قوم لیک کی صدائیں لگتی علمائے کرام کے شانہ بشانہ کھڑی ہو جائے۔ دوسری طرف قادیانی بد معاشیاں بھی

روز بروز بڑھ رہی تھیں، مگر اہل اسلام کو امن کا درس دیا گیا تھا، تاکہ کسی جذباتی فیصلے یا اقدام کی وجہ سے یہ دور رس محنت رائیگاں نہ چلی جائے۔

دوسری تحریک، جو بظاہر ایک حادثے کا رد عمل تھی، الحمد للہ منزل سے ہم کنار ہوئی اور قادیانی باقاعدہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیے گئے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مئی 1974ء کو نشتر میڈیکل کالج کے اسلامی جمعیت طلبہ کے کچھ طالب علموں نے ایک ٹور پر جاتے ہوئے چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے واپسی میں قادیانیوں کی جانب سے چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر ان طالب علموں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا، 30 کے قریب طلبہ زخمی ہوئے، ان کا تصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے گزرتے ہوئے ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا اور قادیانی لٹریچر لینے سے انکار کیا تھا، جس کی پاداش میں اسٹیشن پر روک کر انہیں شدید انسانیت سوز تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس واقعے سے قادیانی عزائم کھل کر سامنے آگئے، یہاں تک کہ اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے: واقعہ ربوہ سنگین قومی مسئلہ ہے۔ یہ واقعہ ملک کی سالمیت سے تعلق رکھتا ہے اور درپردہ مقاصد کے کسی منصوبے کا حصہ نظر آتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا: قادیانی کتنے خطرناک ہیں؟ اس کا احساس مجھے ان دنوں میں ہوا میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ قادیانی مذہب کے لوگ اس قدر خوفناک ارادے رکھتے ہیں۔

(روزنامہ جسارت کراچی 5 جون 1974ء، مقالہ مولانا تاج محمود، پنجاب یونیورسٹی 1991ء)

کسی بھی مذہب کی شناخت کیلئے اس مذہب کے بانی کی راہنمائی، اس مذہب کی سب سے بڑی شناخت ہے۔ اس بناء پر ہر مذہب کے پیروکار ان تعلیمات کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو اس مذہب کے بانی کی طرف سے براہ راست دی جاتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی سے ہمیں ان کے مذہب کی تعلیمات ملے گی۔

یہی وجہ ہے کہ یہودی اپنی تعلیمات کو حضرت موسیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگر آج ان مذہب والوں سے کہے کہ آپ کی تعلیمات حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہیں تو فوری طور پر یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا ان سے کیا واسطہ ہمارے لیے تو حق اور صحیح بات وہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملے اور ساری دنیا یہ عذر قبول کرتی ہے۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو تعلیمات منسوب ہیں وہ ہزاروں واسطوں سے منسوب ہونے کی بناء پر حقانیت کے ترازو پر پورا نہیں اترتیں اور مختلف فرقوں میں بٹے ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کیلئے قابل قبول نہیں ہیں۔

اس اصول اور ضابطے کے مطابق پوری دنیا کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنا چاہیے کہ اس کی حقیقت اور سچائی کو پرکھنے کے لئے اسلام کے بانی شارح نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا چاہیے مگر بد قسمتی سے جس طرح دیگر تمام معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اس معاملے میں بھی مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے تعین اور تشخص کے سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اپنے مفادات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو امریکہ اور مسلم ممالک نے اس کو امتیازی قانون قرار دیتے ہوئے اس کو واپس لینے کا مطالبہ کیا کہ جب قادیانی خود کو مسلمان کہتے ہیں تو ان کو مسلمان کہنے کیوں نہیں دیا جاتا۔

جب کہ ان کے کفر عقائد کی وجہ سے مسلم ممالک کے 140 مذہبی سکالروں

اور علمائے کرام نے دلائل کی روشنی میں ان کو کافر قرار دیا تھا کوئی ان سے پوچھے کہ مسلمان کی تعریف خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ملیں گی یا مغربی ممالک اور اقوام متحدہ کے چارٹر سے؟ تو اس کا کوئی جواب نہیں ہے تعصب کی آنکھ سے مسلمان کے معاملات کو دیکھ کر اس کے بارے میں فیصلہ اپنے مفادات کی روشنی میں کیا جاتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے قانون کے مطابق اپنے لوگوں کو حقوق دیں۔ بدھ مت کے پیروکاروں کو مجبور نہیں کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق ڈھالیں۔ جاپان میں خودکشی کو مذہبی رسوم کے تحت ادا کرنے والوں کو مغرب کا کوئی قانون یا اقوام متحدہ کا چارٹر روکنے کی کوشش نہیں کرتا۔ مگر مسلمان پر پابندی ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تشریح اقوام متحدہ کے مطابق کریں ورنہ افغانستان حکومت کی طرح ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

پاکستان کی امداد روک لی جائے گی یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے پاکستان کی امداد کو قادیانوں سے متعلق قوانین کو ختم کرنے سے اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو تبدیل کرنے سے مشروط کیا مندرجہ ذیل بالا اصول کی روشنی میں جب ہم قادیانوں کے عقائد پر نگاہ ڈالتے ہے تو وہ قرآن کریم کی دو سو آیات، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی 400 حدیث اور 1400 سالہ اجتماعات اور عقلی دلائل کے اعتبار سے دائرہ اسلام سے خارج اور ایک الگ ملت کی حیثیت سے رکھتے ہیں۔

1: عدالت

2: عوامی رائے

3: اسمبلی

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے سلسلے میں ہم سب سے پہلے عدلیہ کے فیصلوں کو ملاحظہ کرتے ہیں: اس سلسلے میں سب سے پہلا مقدمہ ماریش کی عدالت میں

اس وقت دائرہ کیا گیا جب قادیانیوں نے ”روزہل“ مسجد پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے روک دیا۔ اس آبادی میں 12 قادیانی جب کہ 500 مسلمان آباد تھے۔ مسلمانوں نے 26 فروری 1919ء کو سپریم کورٹ میں مقدمہ دائر کیا تھا۔ کئی سال مقدمہ چلتا رہا۔ 21 شہادتیں پیش کی گئیں۔ دوسرے ممالک سے فریقین نے مشہور وکلاء بلائے مقدمہ میں دعویٰ کیا گیا کہ:

روزہل کی مسجد جہاں مسلمان لوگ نماز پڑھتے تھے، یہ مسجد انہوں نے تعمیر کی تھی اور مسلسل قابض چلے آرہے تھے، اس پر قادیانیوں نے قبضہ کر لیا، جن کا تعلق امت اسلامیہ سے نہیں ہے۔

قادیانی ہم مسلمان کو مسلمان نہیں سمجھتے، ہمارے پیچھے ان کی نماز نہیں ہوتی، ایسی صورت میں ان کو مسجد سے نکال دیا جائے۔ تفصیلی بحث کے بعد 19 نومبر 1927ء کو چیف جج سر اے ہرچیز ووڈ نے یہ فیصلہ سنایا۔

عدالت عالیہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مدعہ علیہ (قادیانی) کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ”روزہل“ مسجد میں اپنی پسند کے امام کے پیچھے نماز ادا کریں، اس مسجد میں صرف مدعی (مسلمان) نماز ادا کر سکیں گے، اپنے اعتقادات الگ ” اس عدالت کے ایک دوسرے جج ٹی اے روز نے بھی اس فیصلے سے اتفاق کیا۔

برصغیر میں قادیانی کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے سلسلے میں پہلا مقدمہ 1925ء میں ڈسٹرکٹ جج بہاولنگر ریاست بہاولپور میں غلام عائشہ بنت مولوی الہی بخش کا تینسٹ نکاح کے سلسلے میں دائر ہوا، جو عبدالرازق قادیانی کے ساتھ لاعلمی میں ہو گیا تھا۔

ابتدائی فیصلے کے بعد 1932ء میں یہ مقدمہ دوبارہ دائر کیا گیا، اس مقدمہ میں مولانا انور شاہ کشمیری شدید علالت اور ضعیف کے باوجود آئے اور عدالت میں اپنا بیان

دیا: 7 فروری 1935ء کو عدالت نے تاریخی فیصلہ دیا ”چونکہ مدعا علیہ مرتد ہو چکا ہے، اس لئے ارتداد کی وجہ سے نکاح منسوخ ہو گیا۔“

قیام پاکستان کے بعد مختلف عدالتوں کی جانب سے ابتداء ہی سے اس قسم کی عدالتوں کی جانب سے ابتداء ہی سے اس قسم کے مقدمات میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، بعد ازاں بلوچستان ہائی کورٹ، لاہور ہائی کورٹ، سندھ ہائی کورٹ، سرحد ہائی کورٹ، سپریم کورٹ، وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بینچ کی طرف سے بھی قادیانیوں کو دلائل کی بنیاد پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اسی طرح افریقہ کی کورٹ کی جانب سے بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کی اپیل خارج کی گئی۔ یہ تو موجودہ کے مروجہ طریقے میں عدلیہ کے جائزے کا مختصر سا فیصلہ تھا، عوامی رائے کے مطابق دنیا بھر کے ایک عرب سے زائد مسلمانوں کی متفقہ آراء اور دنیا بھر کے تمام دینی اداروں کی جانب سے متفقہ فتاویٰ کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت میں داخل ہیں۔

مکہ مکرمہ میں ربیع الاول 1974ء میں رابطہ عالم اسلامی کے تحت ایک کانفرنس ہوئی جس میں مسلم و غیر مسلم ممالک کی 144 مسلم تنظیموں کے سکالرز اور علمائے کرام شریک ہوئے۔ جس میں قادیانی عقائد کو واضح کر کے مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا کہ ان کے ساتھ غیر مسلموں والا معاملہ کرتے ہوئے، ان کی سرگرمیوں سے مسلمانوں کو بچانے کیلئے اقدامات کریں۔ گویا دنیا بھر کی عوامی رائے کی روشنی میں قادیانیوں کو ساتھ غیر مسلموں والا ہونا چاہئے۔

مروجہ طریقوں میں تیسرا طریقہ قومی اسمبلی کے ذریعہ فیصلہ کرنے کا ہے۔ اس سلسلے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کی۔ بعد ازاں قومی اسمبلی نے 7 ستمبر 1974ء کو متفقہ طور پر آئینی بل کے ذریعے

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت دیکر پوری دنیا کے سامنے مسئلہ کو واضح کر دیا۔ اب ان تینوں مروجہ طریقوں سے قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کے بعد نہ قادیانیوں کیلئے یہ مناسب ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کریں۔ اور نہ ہی غیر مسلم ممالک کے این جی اوز کے نمائندوں کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے فیصلے مسلمانوں پر ٹھونسنے کی کوشش کریں۔

پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ قادیانی جماعت کے جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کی ذات پر یکچڑ اچھالی ہے۔ اگر کوئی عیسائی یا یہودی اپنے مذہب پر صحیح معنوں میں عقیدہ رکھتا ہو تو وہ کسی صورت میں قادیانیوں کی حمایت کا تصور تک نہیں کر سکتا۔ یہ تو مسلمان ہی ہیں کہ اپنے پیغمبر کے تقدس کے ساتھ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے تقدس اور اس عظمت کے تحفظ کے لئے سرگرم ہیں۔

پاکستان کا استحکام اور قادیانیوں کے کردار کے حوالے سے چند واقعات آپ کے سامنے ہیں: قادیانیوں کے علاقے ربوہ میں بہشتی مقبرہ قبرستان واقع ہے اس قبرستان میں بڑے نامی گرامی قادیانی آنجہانی دفن ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود جو سلسلہ احمدیہ میں دوسرے خلیفے کے طور پر مشہور ہے، وہ بھی اسی جگہ دفن ہے۔ قادیانیوں نے پاکستان توڑنے کے لیے ہمیشہ اپنی کوششیں جاری رکھیں اور تاحال جاری رکھے ہوئے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس طرح کہہ لیں کہ انہوں نے پاکستان کے قیام کو دل سے آج تک تسلیم ہی نہیں کیا۔ پاکستان کی سالمیت مرزائیوں کے نزدیک کیسی رہی اس کے متعلق ان کے مقبرہ ربوہ میں مدفون مرزا بشیر الدین محمود کی قبر پر نصب کتبہ دیکھ لیا جائے تو آپ اس پر یہ تحریر کندہ دیکھیں گے۔ جس کا مفہوم کچھ اس طرح ذہن

میں محفوظ رہ سکا ہے کہ ایک دن پاکستان کو دوبارہ ہندوستان میں ضم ہو جانا ہے اور ایسا ہو جائے تو میرا تابوت اس مقبرے سے اکھاڑ کر قادیان میں دفن کر دیا جائے۔

دوسرا واقعہ جو استحکام پاکستان کے خلاف مرزائیوں کے ذہن کی عکاسی کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں جب مرزائی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو اس کی بعض منفی سرگرمیوں کی وجہ سے بھٹو صاحب نے سائنسی ریسرچ کے ادارے سے اخراج کا نوٹس بھیجا یا تھا تو اس نے اپنی سرگرمیاں مزید تیز کر دی تھیں اور اسرائیل و امریکہ کے پاس اپنے ادارے کے راز برابر بھجواتا رہا۔ جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تو اس وقت بھٹو کی حکومت تھی۔ اس وقت عبدالسلام قادیانی نے اپنی نفرت کا اس طرح اظہار کیا اور یہ کہتے ہوئے میں اس سرزمین پر تھوکتا ہوں پھر خود ہی جلا وطن ہو کر ملک سے باہر چلا گیا۔

بد قسمتی سمجھئے ایسے لوگوں کو ائمہ کفر کی آشیر باد سے پھر وطن پاکستان کی دھرتی پر آنا پڑا۔ ایک سازش کے تحت جب اسی سائنس دان کو نوبل پرائز سے نوازا گیا تو پاکستان کے فوجی حکمران جنرل ضیاء الحق مرحوم نے بھی پاکستان کا نشان پاکستان اس قادیانی کے سینے پر سجایا۔ اتفاق دیکھئے یہ وہی دھرتی تھی جس پر اس سائنس دان نے تھوک کر جلا وطنی اختیار کر لی تھی اور اسی دھرتی پر اس کی قوم کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، پھر اسی دھرتی پر اس کے سینے کو نشان پاکستان جیسے پاک تمنغے سے نوازا گیا۔

تیسرا واقعہ نوٹ فرمائیں کہ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی وفات پر پورا عالم اسلام اپنے افسوس و غم کا اظہار کر رہا تھا۔ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی تھا۔ اس وزیر خارجہ نے بانی پاکستان کے جنازے میں شرکت نہ کی تھی۔ 1979ء میں 28 دسمبر کو چیونٹ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی سالانہ کانفرنس ہوئی تھی۔ اس وقت ربوہ میں بھی قادیانی حضرات اپنا تین روزہ سالانہ جلسہ منعقد کر رہے تھے۔

وہاں بڑے اشتہاروں پر اس وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کی تصویر چھپی ہوئی تھی اور نیچے اقرار تھا ”ہاں میں نے قائد اعظم کے جنازے میں شرکت نہیں کی تھی۔ اس سے آپ سمجھیں کہ ایک کافر نے مسلمان کا جنازہ یا کافر کا جنازہ ایک مسلمان نے نہیں پڑھا۔“

گویا مرزائی حضرات اپنے زعم میں خود کو مسلمان تصور کرتے ہیں اور ان کے نزدیک باقی سب کافر ہیں۔ دوسرے یہ کہ باقی تو مسلمان ہیں اور اپنے آپ کو ان کے مقابل دوسری قوم قرار دیتے ہیں۔

7 ستمبر 1974ء کو پارلیمنٹ میں قادیانیوں کی شکست:

30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں مولانا شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی قرارداد پیش کی جس پر مولانا مفتی محمود، مولانا عبدالصطفی الازہری، پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالحق، چوہدری ظہور الہی، شیر باز خان مزاری، مولانا محمد ظفر احمد انصاری، احمد رضا قصوری، مولانا نعمت اللہ، سردار شوکت حیات، علی احمد تالپور اور رئیس عطاء محمد خاں مری سمیت چالیس کے قریب ممبران اسمبلی نے دستخط کیے۔ اس قرارداد میں کہا گیا کہ قادیان کے آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے حضور نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ قرآنی آیات کا تمسخر اڑایا۔ جہاد کو ختم کرنے کی مذموم کوششیں کیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانیت سامراج کی پیداوار ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا ہے۔ قادیانی مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ لہذا اسمبلی مرزا قادیانی کے پیروکار قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر آئین پاکستان میں ضروری ترمیم کرے۔

15 اگست 1974ء کو صبح دس بجے سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خاں کی صدارت میں اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ جس میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو، وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ، وفاقی وزیر برائے مذہبی امور مولانا کوثر نیازی سمیت پوری کابینہ نے شرکت کی۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد قادیانی جماعت کے وفد کو جس کی سربراہی قادیانی خلیفہ مرزانا صر کر رہا تھا، بلایا گیا۔ اسمبلی میں طے پایا گیا کہ کوئی رکن قومی اسمبلی براہ راست مرزانا صر سے سوال نہ کرے بلکہ وہ اپنا سوال لکھ کر اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کو دے دے جو خود مرزانا صر سے اس بارے میں دریافت کریں گے۔ دنیا کی تاریخ میں جمہوری نظام حکومت کا یہ واحد واقعہ ہے کہ اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کے بجائے قادیانی مذہب کے دونوں فرقوں (ربوی و لاہوری) کے سربراہوں کو اپنا اپنا موقف پیش کرنے کے لیے بلایا گیا۔

تعارفی کلمات کے بعد اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے مرزانا صر سے قادیانی عقائد پر بحث شروع کی تو مرزانا صر نے کہا کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 کے تحت ہر شہری کو مذہبی طور پر آزادی اظہار حاصل ہے۔ آپ کسی پر پابندی نہیں لگا سکتے۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ ایک شخص خود کو مسلمان بھی کہتا ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان اور قرآن مجید کی متعدد آیات کا بھی منکر ہے تو کیا اس پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ اس پر مرزانا صر مختصر خاموشی کے بعد بولا کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ آپ کو کس نے حق دیا ہے کہ آپ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر، دائرہ اسلام سے خارج اور جہنمی قرار دیں؟ مرزانا صر نے کہا کہ ہم کسی کافر قرار نہیں دیتے۔ اس پر اٹارنی جنرل نے مرزانا صر کو اس کے دادا (آنجنہانی مرزا قادیانی) اس کے والد (قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود) اور اس کے چچا (مرزا بشیر احمد ایم اے) کی اپنی تحریریں پڑھ کر سنائیں: اور (جو) ہماری فتح کا قائل نہیں

ہو گا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔
(انوار اسلام صفحہ 30 مندرجہ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 31 از مرزا قادیانی)

جو میرے مخالف تھے، ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔
(نزول المسیح (حاشیہ) صفحہ 4 مندرجہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 382 از مرزا قادیانی)
میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے
فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر کنجریوں
(بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 547)

دشمن ہمارے بیانوں کے خنزیر ہو گئے۔ اور ان کی عورتیں کتوں سے بڑھ
گئی ہیں۔ (انجم الہدیٰ صفحہ 53 مندرجہ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 53 از مرزا قادیانی)

ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے
مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا
کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل صفحہ 110 از مرزا بشیر احمد)

اب معاملہ صاف ہے، اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود کا انکار بھی
کفر ہونا چاہیے۔ کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے اور
اگر مسیح موعود کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس
طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں
بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے، آپ کا انکار کفر
نہ ہو۔ (کلمۃ الفصل صفحہ 147، 146 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت
پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں ہے۔

(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات صفحہ 519 طبع چہارم از مرزا قادیانی)

کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (آئینہ صداقت ص 35 ج 6 صفحہ 110 از مرزا بشیر الدین محمود) جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔

(تذکرہ مجموعہ وحی والہامات صفحہ 280 طبع چہارم از مرزا قادیانی) ان حوالہ جات پر مرزا ناصر نہایت شرمندہ ہوا۔ پھر اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے مرزا ناصر سے پوچھا کہ جب آپ کا نبی الگ، قرآن الگ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ الگ ہے تو پھر آپ خود کو مسلمان کہلوانے اور شعائر اسلامی استعمال کرنے پر بضد کیوں ہیں؟ اس پر مرزا ناصر نے کہا کہ ہماری کوئی چیز الگ نہیں ہے، ہم مسلمانوں کا ہی ایک حصہ ہیں۔ اس پر اٹارنی جنرل نے مندرجہ ذیل حوالے پڑھ کر سنائے تو مرزا ناصر بے حد پریشان ہوا۔ کل میں نے سنا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اس (قادیانی) فرقہ میں اور دوسرے لوگوں (مسلمانوں) میں سوائے اس کے اور کچھ فرق نہیں کہ یہ لوگ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں اور وہ لوگ وفاتِ مسیح کے قائل نہیں۔ باقی سب عملی حالت مثلاً نماز، روزہ اور زکوٰۃ اور حج وہی ہیں۔ سو سمجھنا چاہیے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیاتِ مسیح کی غلطی کو دور کرنے کے واسطے ہے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان صرف یہی ایک غلطی ہوتی تو اتنے کے واسطے ضرورت نہ تھی کہ ایک شخص خاص مبعوث کیا جاتا اور الگ جماعت بنائی جاتی اور ایک بڑا شور مچا کیا جاتا۔

(احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟ از مرزا قادیانی صفحہ 2)

قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کا کہنا ہے: حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں

گوچ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں (مسلمانوں) سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک چیز میں ہمیں ان (مسلمانوں) سے اختلاف ہے۔ (الفضل قادیان، 30 جولائی 1931ء) حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے تو فرمایا ہے کہ ان (مسلمانوں) کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا خدا اور ہے، ہمارا حج اور ہے اور ان کا حج اور۔ اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔

(روزنامہ الفضل قادیان 21 اگست 1917ء جلد 5 نمبر 15 ص 8)

ایک موقع پر اٹارنی جنرل بیچی بختیار نے قادیانی خلیفہ مرزا ناصر سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس مرزا قادیانی کی تمام کتب موجود ہیں؟ مرزا ناصر نے کہا کہ ہاں! ہمارے پاس مرزا صاحب کی تمام کتب موجود ہیں۔ اٹارنی جنرل نے پوچھا کہ ان کی تعداد کیا ہے؟ مرزا ناصر نے کہا کہ 80 کے قریب ہیں۔ بیچی بختیار نے کہا کہ آپ نے ان 80 کتب کو روحانی خزائن کے نام سے شائع کیا۔ اس کے علاوہ ملفوظات دس جلدوں میں، مجموعہ اشتہارات تین جلدوں میں اور مکتوبات وغیرہ تین جلدوں میں شائع کیے۔ یہ ساری کتب ایک الماری کے دو شیلفوں میں آسکتی ہیں۔ مگر آپ کے مرزا صاحب نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھا ہے: میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور

مسیح خون کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔

(تزیق القلوب صفحہ 27، روحانی خزائن جلد 15 ص 155، از مرزا قادیانی)

اثارنی جنرل نے مرزا ناصر سے پوچھا کہ باقی کتب کہاں اور ان کے نام کیا ہیں؟ اس پر مرزا ناصر نے کہا کہ اتنی تعداد میں شائع ہوئیں کہ 50 الماریاں بھر جائیں۔ اثارنی جنرل نے کہا کہ اگر آپ صرف ایک کتاب کو ایک لاکھ کی تعداد میں شائع کر دیں تو اس سے سیکڑوں الماریاں بھر جائیں گی۔ مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ انگریز کی حمایت اور جہاد کی ممانعت کے سلسلہ میں اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ 50 الماریاں بھر جائیں۔ اس پر مرزا ناصر کو کوئی جواب نہ آیا۔

ایک اور موقع پر اثارنی جنرل یحییٰ بختیار نے مرزا ناصر سے پوچھا کہ آپ مرزا قادیانی کو کیا مانتے ہیں؟ مرزا ناصر نے کہا کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کو مہدی اور مسیح موعود مانتے ہیں۔ اثارنی جنرل نے پوچھا کہ اس کے علاوہ آپ مرزا صاحب کو کیا مانتے ہیں؟ مرزا ناصر نے کہا کہ کچھ نہیں۔ اثارنی جنرل نے کہا کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں صراحتاً دعویٰ کیا ہے کہ وہ خود محمد رسول اللہ ہے۔ اور آپ جب کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی لیتے ہیں۔

اس پر مرزا ناصر نے کہا کہ ہم مرزا صاحب کو محمد رسول اللہ نہیں مانتے۔ اثارنی جنرل نے کہا کہ کیا آپ مرزا قادیانی کے دعویٰ محمد رسول اللہ کو جھوٹا مانتے ہیں؟ اس پر مرزا ناصر خاموش ہو گیا۔ پھر اثارنی جنرل نے مندرجہ ذیل اقتباسات پیش کیے: پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رجاء بینہم اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 4، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 207 از مرزا قادیانی)

مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں۔ میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد مصطفیٰ ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 12 مندرجہ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 216 از مرزا قادیانی)

میں آدمؑ ہوں، میں نوحؑ ہوں، میں ابراہیمؑ ہوں، میں اسحاقؑ ہوں، میں یعقوبؑ ہوں، میں اسماعیلؑ ہوں، میں موسیٰؑ ہوں، میں داؤدؑ ہوں، میں عیسیٰؑ ابن مریم ہوں، میں محمد ہوں۔ (تمتہ حقیقت الوحی ص 521)

کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد کو اتارا تاکہ اپنے وعدہ کو پورا کرے جو اس نے آخرین منہمہ لہما یلحقوا بہم میں فرمایا (کلمۃ الفصل صفحہ 104، 105، از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے کسی کو بہت، کسی کو کم۔ مگر مسیح موعودؑ کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے پس ظلی نبوت نے مسیح موعودؑ کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لاکھڑا کیا۔ (کلمۃ الفصل صفحہ 113، از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعودؑ (مرزا قادیانی) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے صار وجودی وجودہ نیز من فرق بینی و بین المصطفیٰ فما عرفنی و ما ری اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت آخرین منہمہ سے ظاہر ہے، پس مسیح موعودؑ خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام

کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے، اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں،
ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔

(کلمۃ الفصل صفحہ 158 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

اے محمدی سلسلہ کے برگزیدہ مسیح تجھ پر خدا کا لاکھ لاکھ درود اور لاکھ لاکھ

سلام ہو۔ (سیرت المہدی جلد سوئم صفحہ 208 از مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں

اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل

غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(روزنامہ بدر قادیان، 25 اکتوبر 1906ء از مرزا قادیانی)

جب اٹارنی جنرل نے مرزا قادیانی کی کتب سے مذکورہ بالا حوالہ جات پیش

کیے تو ممبران اسمبلی غم و غصہ میں ڈوب گئے۔ بہر حال 13 روز کی طویل بحث اور جرح

کے بعد مرزا ناصر نے نہ صرف اپنے تمام کفریہ عقائد و نظریات کا برملا اعتراف کیا بلکہ

لا یعنی تاویلات کے ذریعے ان کا دفاع بھی کیا۔ 5 اور 6 ستمبر کو اٹارنی جنرل جناب بیچا

بختیار نے 13 روز کی بحث کو سمیٹتے ہوئے اراکین اسمبلی کو مفصل بریفنگ دی۔ ان کا

بیان اس قدر مدلل، جامع اور ایمان افروز تھا کہ کئی آزاد خیال اور سیکولر ممبران اسمبلی

بھی قادیانیوں کے عقائد و عزائم سن کر پریشان ہو گئے۔

چنانچہ 7 ستمبر 1974ء کو شام 4 بج کر 35 منٹ پر پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر

قادیانیوں کے دونوں فرقوں (ربوی و لاہوری) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور آئین

پاکستان کی شق (2) اور (3) 260 میں اس کا مستقل اندراج کر دیا۔

ایک موقع پر قومی اسمبلی میں یہ حیران کن منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ جب

قادیانی خلیفہ مرزاناصر اپنے کفریہ عقائد کے دفاع میں دلائل دے رہا تھا کہ اچانک ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا اور مرزاناصر پر بیٹ کر دی جس سے وہ نہایت شگفتا اور بڑبڑاتا ہوا تھوڑی دیر کے لیے اسمبلی سے باہر چلا گیا۔ جس نے بھی یہ منظر دیکھا، وہ ششدر رہ گیا کہ جدید عمارت کے بند کمرے میں اچانک پرندہ کہاں سے آگیا؟ اور پھر پرندے کا صرف مرزاناصر کو ٹارگٹ کرنا بھی باعث تعجب تھا۔

آخر کار 7 ستمبر 1974ء کو مسلمانانِ پاکستان کی عظیم جدوجہد اور قربانیوں کے نتیجے میں دستورِ پاکستان میں مسلمان کی واضح تعریف کی جا چکی ہے، جو یہ ہے کہ مسلمان وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی اکملیت پر یقین رکھتا ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری نبی کے بطور مکمل ایمان رکھتا ہو اور ایسے شخص پر ایمان اور تعلق نہ رکھتا ہو جو نبوت کی کسی بھی شکل میں دعویٰ نبوت کرتا ہے اور نبوت کے لفظ کی کسی بھی معنوی لحاظ سے نبوت کا اظہار کرتا ہے اور غیر مسلم وہ شخص ہے جو عیسائیت، یہودیت، سکھ، بدھ، پارسی یا قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا ہو۔

حال ہی میں سپیکر قومی اسمبلی نے اپنے خصوصی اختیارات کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے جانے سے متعلق پارلیمنٹ کے بند کمرے کے اجلاس میں ہونے کی والی خصوصی بحث کے ریکارڈ کو 38 سال بعد اوپن کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ (اب شائع ہو چکی ہے)۔ قادیانیوں نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ اگر اسمبلی کی یہ کاروائی شائع ہو جائے تو آدھا پاکستان قادیانی ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں اٹارنی جنرل جناب یحییٰ مختیار نے کہا تھا کہ قادیانی جھوٹ بولتے ہیں وہ اسمبلی کے اندر اپنے تمام کفریہ اور گستاخانہ عقائد کا اعتراف کر چکے ہیں۔ اگر یہ کارروائی سرکاری سطح پر شائع ہو گئی تو لوگ انہیں ماریں گے۔

7 ستمبر کا دن دفاع ختم نبوت ہے۔

صنفِ نازک اور اسلامی تعلیمات

معظمہ کنول

خالق کائنات نے عورت کو جو مقام اور مرتبہ عطا کیا ہے وہ اہل بصیرت و اصحاب معرفت پر مخفی نہیں ہے دور حاضر میں مغربی تمدن اور لادینی تہذیب نے معاشرتی اقدار کو تباہ اور گھریلو ماحول کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے، عورتوں کو بعافیت و پرسکون گھریلو ماحول سے نکال کر مختلف اداروں اور دفاتر کی زینت بنا دیا گیا ہے جس سے بچوں کی تربیت اور شوہر کے حقوق ہی پامال نہیں ہو رہے بلکہ خود عورت کی بھی توقیر و تکریم میں کمی واقع ہو رہی ہے، آج مرد و عورت کو یکساں قرار دیکر جو بے بنیاد انسانی مساوات کا ڈھنڈورہ پیٹا جا رہا ہے وہ صنفِ نازک پر بہت بڑے ظلم مترادف ہے، اسلام نے جہاں عورت کو شوہر کی خدمت اور اولاد کی تربیت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے تو وہاں عورت کو حقوق کے لحاظ سے زیادہ اہمیت کا حامل بھی قرار دیا ہے، دور حاضر میں مغربی تعلیم کے ذریعے یورپین کلچر اور تہذیب و تمدن سے متاثر کر کے ایک طرف تو خواتین کو شریعت اسلامیہ سے دور تو دوسری طرف گھریلو امن و سکون کو بھی غارت کیا جا رہا ہے، خداوند کریم نے اسلامی تعلیمات میں نبی کریم ﷺ کی زبانی اس صنفِ نازک کے رشتہ کو با احسن و مفصل بیان کرنے کیساتھ اصلاح اور وہ امور کہ جن میں دینی و دنیاوی فلاح کا راز مضمر ہے کے متعلق ارشادات کی روشنی میں واضح کیا ہے تاکہ رہنمائی حاصل کی جاسکے، جبکہ خواتین قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اس دنیا میں پرسکون اور عفت و عافیت کی زندگی گزار سکتی ہیں تو گھریلو ماحول میں رہ کر اصلاح و تقویٰ کے عمل سے آراستہ ہو کر جنت کی مستحق ہو سکتی ہیں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ”آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو جنتی عورت

کے بارے میں فرمادیتا ہوں کہ شوہر پر فریفتہ، زیادہ بچے جننے والی، غصہ ہو جانے پر اسے کچھ برا بھلا کہہ دیا جائے یا شوہر ناراض ہو جائے تو یہ عورت (شوہر کو راضی کرتے ہوئے) کہے میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے میں اس وقت تک نہ سوؤں گی جب تک تم راضی نہ ہو جاؤ۔

ایک جگہ ارشاد پاک ہے کہ ”زیادہ بچے جننے والی عورت کے ساتھ شادی کرو تا کہ امت کے افراد میں اضافہ ہو“ مگر بد قسمتی ہے کہ آج عورتیں بچے نہیں چاہتیں یا کم سے کم چاہتی ہیں تاکہ عیش و آرام ملے اور پرورش کی مشقت سے بچی رہیں یہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک ناپسندیدہ عمل ہے، البتہ مرض یا بیماری کے پیش نظر ہو تو الگ بات ہے، اس سلسلہ میں ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حمل سے لے کر بچے جننے تک اور دودھ چھڑوانے تک عورت ایسی ہے کہ جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والا سپاہی، اور اگر اسی دوران انتقال ہو جائے تو شہادت کا اجر اس کے حصہ میں آتا ہے، بڑی خوش نصیب ہے وہ عورت جو اپنے شوہر کی دین اور عبادت پر مدد کرے، اس کے کپڑے پاک اور صاف رکھنے کا اہتمام اور وضو اور غسل کا انتظام کرتی ہو تا کہ اسکا شوہر بروقت اور پرسکون انداز میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکے، ایسی عورت خود بھی جنتی ہے اور اپنے شوہر کے ساتھ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہے گی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہو، اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرتی ہو اور شوہر کی اطاعت و فرمانبردار ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوگی۔

ایک اور روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے (جب انہوں نے کام اور خدمت

کے متعلق شکایت کی) فرمایا کہ فاطمہؓ تو گھر کے اندر کا کام انجام دے اور حضرت علیؓ گھر کے باہر کا کام کیا کریں گے، ”ابن حبیب کے مطابق گھر کی خدمت سے مراد آٹا گوند ہنا، کھانا پکانا، بستر بچھانا، جھاڑو دینا اور کنویں سے پانی نکالنے سمیت دیگر گھریلو امور شامل ہیں“ اللہ تعالیٰ نے مرد کو گھر کے باہر کے کام جس میں معاشی امور بنیادی اہمیت کا حامل ہے کو سرانجام دینے پر حاکم جبکہ خاتون خانہ کو گھر کی حاکمہ کا درجہ دیتے ہوئے تمام گھریلو امور کی نگہبان بنایا ہے۔

ایک روایت حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت کا انتقال اس حالت میں ہو کہ اسکا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت میں جائے گی۔

حضرت علیؓ نبی پاک ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کو محبوب رکھتا ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ محبت رکھتی ہو، خوش مزاج ہو اور دوسرے مردوں سے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے والی ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ عورتوں پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسکے شوہر کا، پھر پوچھا کہ مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے فرمایا اس کی والدہ کا۔

عورت کو شوہر کی اس حد تک فرمانبرداری کا درس دیا گیا ہے کہ حضرت انسؓ بن مالکؓ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص گھر سے باہر جاتے ہوئے اپنی بیوی سے کہہ گیا کہ گھر سے مت نکلنا، جب اس عورت کے والد بیمار ہوئے تو اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض گزاری جس میں معلوم کیا کہ وہ اپنے گھر کے نچلے حصہ میں رہنے والے اپنے بیمار والد کی تیمارداری کر سکتی ہے؟

جبکہ اس کے شوہر نے گھر سے نکلنے سے منع کر رکھا ہے، آپ ﷺ نے

فرمایا کہ اپنے شوہر کی بات مانو، چنانچہ اس عورت کے والد کا انتقال ہو گیا تو اس نے نبی کریم ﷺ سے کسی کے توسط سے استفسار کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا اب کیا کروں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ شوہر کی اطاعت کرو، بعد ازاں نبی کریم ﷺ نے اس عورت کو پیغام بھیجا کہ اللہ پاک نے تمہاری طرف سے شوہر کی اطاعت کے باعث تمہارے والد کی مغفرت کر دی۔

اس بابت وضاحت کیلئے ایک اور حدیث مبارکہ بیان کی جا رہی ہے، حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس عورت کا شوہر اس سے ناراض ہو گا اس کی نماز قبول ہوگی اور نہ ہی کوئی نیکی مقبول ہوگی، ایک اور ارشاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اگر (خدا کے بعد) کسی کو سجدہ کا حکم دیا جاتا تو عورت کو دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت خدا کا حق ادا کرنیوالی اس وقت تک ہر گز نہیں ہو سکتی کہ جب تک کہ شوہر کا پورا حق ادا نہ کرے۔

ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ شوہر جب اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کرے تو فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

اسلام میں شوہر کی فرمانبرداری، اولاد کی پرورش اور گھریلو امور کی بجا آوری کے بعد عورت کیلئے پردہ کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کیلئے دو ہی مقام قابل ستر ہیں

1- شوہر کا گھر

2- (موت کے بعد) قبر

احادیث مبارکہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ 1- شوہر کی اطاعت، 2- گھریلو امور کی بجا آوری، 3- بچوں کی نگہداشت، 4- پردہ کا اہتمام۔ یہ وہ پہلو ہیں کہ جن سے عورت کی ذمہ داریوں کی باخوبی وضاحت ہوتی ہے اور جب کوئی عورت ان پہلوؤں پر عملدرآمد یقینی بناتی ہے تو یقیناً اس کیلئے بیان کردہ دنیاوی و اخروی نعمتیں تو اس کا مقدر بنتی ہیں۔

ساتھ ہی ساتھ ایک پر وقار معاشرہ بھی ترتیب پاتا ہے گویا عورت معاشرتی بہتری میں کلیدی حیثیت کی حامل ہے، آج دیکھیں تو عورت جس کیلئے پردہ کا اہتمام لازمی قرار دیا گیا ہے۔

اسے بازاروں اور دفاتر کی زینت بنا دیا گیا ہے، یہاں قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ لفظ ”عورت“ کا لغوی معنی ”پردہ“ ہیں جس سے خواتین کیلئے پردہ کی اہمیت مزید واضح ہوتی ہے، جبکہ عورتوں کی گھریلو امور میں عدم توجہی گھرانوں کی ٹوٹ پھوٹ کا سبب تو بن ہی رہی ہے۔

ساتھ ہی ساتھ بچوں کی پرورش و نگہداشت پر بھی گہرے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں جبکہ شوہر کی اطاعت و خدمت کا جو درس دیا گیا ہے وہ دور حاضر کی خواتین کیلئے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

آج معاشرتی تبدیلیوں اور دین سے دوری کے باعث ایسے قوانین وضع کئے گئے ہیں کہ جو خواتین کے حقوق کے تحفظ کی بجائے بے راہروی کا موجب بن رہے ہیں جن میں تبدیلی ناگزیر ہے۔ دور جہالت میں جب بچیوں کو پیدائش کے فوری بعد زندہ درگور کر دیا جاتا تھا تو مذہب اسلام نے عورت کو نہ صرف زندہ رہنے کا حق دیا بلکہ ان کے حقوق کی فراہمی بھی یقینی بنائی اور وہ عورت جسے بد نصیبی کی علامت سمجھا جاتا تھا اسے وہ مقام دیا کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اگر عورت بیوی ہے تو گھر کی حاکمہ

ماں ہے تو اس کے پاؤں تلے اولاد کی جنت اگر بیٹی یا بہن ہے تو باپ اور
بھائیوں کو اس کی عزت و ناموس کا محافظ اور بنیادی ضروریات کی فراہمی کا ذمہ دار
قرار دیا۔

مگر بد قسمتی سے آج کی عورت اسلامی تعلیمات تو دور کی بات اخلاقی روایات
کی بھی دھجیاں اڑاتی دیکھائی دے رہی ہے، مگر دین سے دوری و جہالت کے باعث اکثر
ان کی دین و دنیا جاتی رہتی ہے، خواتین کے ماحول میں این جی اوز اور تنظیمیں اصلاح و
تقویٰ کے خلاف و راہ مستقیم کے برعکس لٹریچر کی فراہمی سمیت اعمال صالحہ سے
دوری پر مبنی معاشرتی زندگی و آزادی نسواں کا ڈھنڈورہ پیٹ رہی ہیں۔

جن کے مقاصد اور ان کے لٹریچر پر غور کیا جائے تو نا صرف دین سے دوری
کے موجب بننے کا واضح ثبوت فراہم ہوتا ہے بلکہ دور جہالت کو زندہ کرنے کی سعی کا
بھی اکتشاف ہوتا ہے اور جو خواتین جاہلانہ لٹریچر اور آزادی نسواں کے واویلہ کو حقوق
نسواں کا حصہ سمجھنے لگتی ہیں ان سے جنت تو چھن ہی جاتی ہے بلکہ دنیا میں بھی ان کی
حیثیت نمود و نمائش کیلئے پیش کرنے کے سوا کچھ نہیں رہتی اور ان کا چنا ہوا یہ راستہ
دنیاوی تباہی و بربادی اور آخرت میں جہنم کے عمیق گڑھے پر پہنچ کر ختم ہوتا ہے۔

اس تباہی میں کئی عوامل شامل ہیں مغربی میڈیا، نفاذ شریعت کا فقدان اور
سب سے بڑی وجہ ہمارا معاشرتی نظام ہے کہ جو عورت اور مرد کو یکساں قرار دے کر
ایک طرف تو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ
ڈالے ہوئے ہے تو دوسری طرف عورت کو بے عزت و بے توقیر کرنے کا بھی سبب
ہے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آج کی خواتین کو اسلامی احکامات کے مطابق زندگیاں
بسر کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔

عالم اسلام کا مد و جزر

محمد مبشر بدر

قوموں کے عروج اور ترقی کے مراحل تدریجاً طے ہوتے ہیں پر وہ زوال ہوتے کچھ دیر نہیں لگتی، جیسے کوئی شخص مشقت اور تکلیف جھیل کر پہاڑ پر چڑھ جائے تو کافی وقت صرف ہو گا لیکن اگر وہ جذبات سے مغلوب ہو کر خود کشی کی غرض سے چھلانگ لگا دے تو زمین پر گرتے کوئی دیر نہیں لگے گی۔ قوموں کی ترقی کا سفر کتنا ہی کٹھن اور پر صعوبت کیوں نہ ہو لیکن زوال اور گراؤ کی رفتار اتنی ہی تیز ہوتی ہے۔

اسلام نے معاشرے میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی، انسانوں کے بنائے ہوئے فرسودہ قوانین اور مذاہب باطلہ کے ظالمانہ اصولوں کی گرم دھوپ سے انسانیت کو نکال کر اسلام کے عادلانہ نظام کی ٹھنڈی چھاؤں میں داخل کیا۔ ظلم، جہالت، فساد اور سفاکیت کے عین عروج کے زمانہ میں مکہ کی پتھر پلی اور بے آب و گیاہ چٹانوں سے رشد و ہدایت کا آفتاب نمودار ہوا، اپنے پرانے سب دشمن بن گئے، اس کے باوجود مخالفین کے تیر و ترکش کی پرواہ کیے بنا اپنا مشن جاری رکھا۔ بدر، احد، حنین اور تبوک جیسی پُر خار گھاٹیاں راہ میں رکاوٹ بن کر آئیں انہیں عزم و ہمت اور بلند حوصلے کے ساتھ عبور کیا۔ اقتصادی اور سوشل بائیکاٹ کیا گیا اسے حق کے مقابلے میں برداشت کیا۔ قتل کے منصوبے بنائے گئے سب ناکام رہے حتیٰ کہ گھر بار، وطن اور سامان چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اللہ کی رضا کی خاطر سب کچھ گوارا کر لیا۔ طائف سے لے کر تبوک تک پیچھا کیا گیا مگر دعوت کی رفتار میں کمی نہیں آنے دی۔ لوگ ملتے گئے اور یوں ایک بہت بڑا قافلہ بنتا چلا گیا۔ کئی معرکوں میں اسلامی لشکر کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ مکہ فتح ہوا اور یوں تدریجاً ترقی کے مراحل طے ہوتے گئے۔ خلفائے راشدین

رضی اللہ عنہم کے زمانے میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج مسلمانوں کے زیر نگیں آ گئے۔ عہدِ فاروقی میں اسلامی حکومت کا رقبہ تقریباً ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل، عہدِ عثمانی میں تقریباً تینتیس لاکھ مربع میل اور سیدنا امیر معاویہؓ کے دور میں تقریباً چونسٹھ لاکھ مربع میل تک پہنچ گیا۔ ان میں سے بیشتر خطے بغیر تلوار چلائے قبضہ میں آئے۔

جب ایک بار اسلامی عساکر نے فارس اور روم کے دو محاذوں کی طرف پیش قدمی کی تو ان کے قدم بڑھتے چلے گئے۔ اسی دوران یرموک اور قادسیہ کے فیصلہ کن معرکوں میں مسلمانوں کی فتوحات نے شام، فلسطین، عراق اور فارس کے دروازے مسلمانوں کے لیے کھول دیے۔ پھر مسلمان ایک طرف سیدتان، خراسان، آرمینیا اور آذربائیجان میں داخل ہوئے تو دوسری طرف مصر و نوبیہ، طرابلس اور افریقہ فتح کرتے ہوئے بحر اوقیانوس کے ساحل (مراکش) تک جا پہنچے اور پہلی صدی ہجری ختم ہونے میں ابھی سات سال باقی تھے جب اسلام کے پرچم مشرق میں ماوراء النہر، سندھ اور ملتان سے لے کر مغرب میں جزیرہ نمائے آئی بیریا (اندلس و پرتگال) اور جنوبی فرانس تک لہرا رہے تھے۔ ترکانِ عثمانی ساتویں ہجری کے اواخر میں درہ دانیال پار کر کے یورپ میں دریائے ڈینوب تک پہنچ گئے اور بلغاریہ، مقدونیہ، البانیہ، کوسوو، یونانی جزائر، سر بیا اور رومانیہ میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ اس سے نصف صدی بعد سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کر کے ڈیڑھ ہزار سال سے قائم رومی سلطنت کا خاتمہ کر دیا، حتیٰ کہ سلطنتِ عثمانیہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت بن گئی۔

یہ اسلام اور اہل اسلام کا عروج تھا جو تدریجاً ترقی کے تمام مراحل طے کر رہا تھا۔ یہاں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ مسلمانوں کی اس جہانگیری میں ہوس اقتدار کا بہت بڑا دخل تھا کیوں کہ محض اقتدار کی بھوک سے اتنی فتوحات ممکن ہی نہیں۔ خاص طور

پر روم و فارس جیسی سپر پاور طاقتوں سے بے سروسامان محدود مسلمانوں کا بیک وقت ٹکرانا اور لاکھوں کی فوج کی صفوں کو الٹ دینا محض اقتدار کے نشے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ قرآن مجید کا مومنین سے کیے ہوئے وعدے کا ثمرہ اور نتیجہ تھا۔ چنانچہ فرمایا ”اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم مومن رہے“۔ ایک دوسری جگہ فرمایا گیا ہے ”تم میں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا“۔

ان آیات مبارکہ میں مسلمانوں کے عروج و زوال کا سبب معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مسلمان ایمان اور اعمالِ صالحہ پر جمے رہے تب تک تمام عالم ان کے لیے مسخر ہو گیا۔ متعدد اقوام ان کے اعمال و اخلاق، عدل و انصاف سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئیں، لیکن جب اعمال و اخلاق میں ضعف اور ایمان و ایقان میں تزلزل پیدا ہوا، تو ان واحد میں پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرے۔ پھر عیش کوشی و عیش پوشی کی ایسی لت پڑی کہ اپنا مقصدِ حقیقی (قوموں کو ظالمانہ و جابرانہ نظام سے نجات دلانا اور ان تک دعوتِ حق پہنچانا) بھول گئے، تیر و سناں سے تعلق توڑ کر طاؤس و رباب میں ایسے مگن ہوئے کہ کچھ ہوش نہ رہا۔ جب کچھ ہوش آیا تو خلافتِ عثمانیہ کا سقوط ہو چکا تھا، قبلہ اول چھن چکا تھا، اندلس اور غرناطہ ہاتھ سے نکل چکے تھے، صہیونی اور صلیبی فوجیں بعض اسلامی ممالک پر قابض اور بعض کے گرد گھیرا تنگ کر رہی تھیں، ہندوستان سے سلطنتِ مغلیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا، حریمِ شریفین میں امریکی فوجیں اتر چکی تھیں، عراق اور افغانستان کھنڈرات میں تبدیل کیے جا چکے تھے۔ باطل ایک نئے روپ میں ظاہر ہو چکا تھا۔ وہ مسلمانوں کے دلوں میں بیٹھی اپنے خلاف نفرت کو محبت میں تبدیل کرنے اور انہیں قرآن اور نظریہ جہاد سے دور کرنے کے لیے نیا انگریزی تعلیمی نصاب مسلم ممالک کے تعلیمی اداروں میں میں رائج کر کے ان اداروں سے اپنے

ہمنواؤں کی ایک بہت بڑی کھیپ تیار کر چکا تھا۔ اب وہ کعبے کے پاس انوں کے رخ کلیسا کی طرف موڑنے میں ہمہ تن متوجہ ہے۔ غزہ کے گھروں سے اٹھنے والے دھویں سے کچھ وقت کے لیے امت مسلمہ کی آنکھ کھلی پھر بند ہو گئی۔ قرآن کے جلانے جانے پر وقتی طور پر بیدار ہوئی پھر خاموش ہو گئی۔ رسول اکرم ﷺ کی توہین میں کارٹون اور خاکے شائع کیے گئے پھر آنکھ کھلی، امت مسلمہ سڑکوں پر نکل آئی، خوب احتجاج کیا، پھر گھروں میں جا کر سو گئی۔ اسی طرح کی بزدلی کا مظاہرہ عافیہ صدیقی کی گرفتاری اور سزا پر کیا گیا، لیکن اب سوائے احتجاج کے اور کچھ نہیں بچا۔ امت مسلمہ اپنے برے اعمال اور مغرب کی اندھی تقلید کی وجہ سے مغلوب اور مقہور ہو چکی ہے۔ اسلامی فوجیں اور حکومتیں امریکی اشاروں پر نالچ رہی ہیں۔ امت کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ اب کہیں سے کوئی اسلامی آواز بلند ہوتی ہے تو اسے بزور بازو دبا دیا جاتا ہے۔ ہمارے مسلم سپہ سالاروں اور فاتحین نے کتنی قربانیوں کے بعد کفریہ نظام کا خاتمہ کر کے امن و سلامتی والے نظام سے ظلم کی چکی میں پسی ہوئی انسانیت کو حیات نو بخشی۔ لیکن ہم نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی تہذیب و ثقافت کو مٹانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اب حالت اس شخص کی سی ہے جسے رسیوں سے باندھ کر زمین پر ڈال دیا گیا ہو اور اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا ہو تاکہ وہ اپنے حق میں بول سکے اور نہ ہی کوئی حرکت کر سکے۔

یہ ہے امت مسلمہ کی داستان عروج و زوال کہ کتنی قربانیاں دینے اور تکلیفیں سہنے کے بعد ترقی کی اوجِ ثریا تک پہنچے اور پھر تھوڑے ہی عرصے میں اپنی شامتِ اعمال کے نتیجے میں تنزلی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرے۔ یہ عالم اسلام کا مد و جزر ہے۔ ہمیں اپنے عروج و زوال کے اسباب تلاش کر کے اپنی کوتاہیوں کا تدارک کرنا چاہیے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے بھرپور کوشش کرنی چاہیے تاکہ ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکیں۔

ہم نے کانٹوں میں بھی گلزار کھار کھا ہے

بنت عبد الممالک نقشبندیہ

عبداللہ بن محمد جہادی مہم کے سلسلے میں مصر کے ایک ساحلی علاقے میں مقیم تھا، ٹہلتا ہوا ایک بار ساحل سمندر جا نکلا وہاں دیکھا کہ خیمہ میں ہاتھ پاؤں سے معذور اور آنکھوں کی بینائی سے محروم ایک شخص پڑا ہوا ہے اس کے جسم میں صرف زبان سلامت ہے ایک طرف اس کی یہ حالت ہے..... اور دوسری طرف وہ باواز بلند کہہ رہا ہے: میرے رب! مجھے اپنی نعمتوں پر شکر کی توفیق عطا فرما مجھے اپنی مخلوق میں سے بہت سوں پر تو نے فضیلت اور فوقیت بخشی ہے اس فوقیت پر مجھے اپنی حمد و ثنا کی توفیق عطا فرما۔

عبداللہ یہ دعاسنی تو اسے بڑی حیرت ہوئی کہ ایک آدمی ہاتھ پاؤں سے معذور ہے بینائی سے محروم ہے جسم میں زندگی کی تازگی کا کوئی اثر نہیں اور وہ اللہ سے نعمت پر شکر کی توفیق مانگ رہا ہے اس کے پاس آکر سلام کیا اور پوچھا: حضرت! آپ اللہ تعالیٰ کی کس نعمت اور فوقیت پر حمد و ثناء کے خواستگار ہیں معذور شخص نے جواب میں فرمایا اور خوب فرمایا: آپ کو کیا معلوم میرے رب کا میرے ساتھ کیا معاملہ ہے بخدا اگر وہ آسمان سے آگ برسا کر مجھے راکھ کر دے پہاڑوں کو حکم دے کہ مجھے پکھل دے، سمندروں کو مجھے غرق کرنے کے لیے کہہ دے اور زمین کو مجھے نکلنے کا حکم دے تو میں کیا کر سکتا ہوں میرے ناتواں جسم میں زبان جیسی بے بہا نعمت کو تو دیکھئے کہ یہ سالم ہے کیا اس کی یہ صرف ایک نعمت کا میں زندگی بھر شکر ادا کر سکتا ہوں؟

پھر فرمانے لگے میرا ایک چھوٹا بیٹا میری خدمت کرتا ہے۔ خود میں معذور ہوں زندگی کی ضروریات اسی کے سہارے پوری ہوتی ہیں لیکن وہ تین دن سے غائب

ہے معلوم نہیں کہاں ہے آپ اس کا پتہ کر لیں تو مہربانی ہوگی۔

ایسے صابر و شاکر اور محتاج انسان کی خدمت ہے بڑھ کر اور سعادت کیا ہو سکتی ہے۔ عبد اللہ نے بیابان میں اس کی تلاش شروع کر دی تو یہ دردناک منظر دیکھا کہ مٹی کے دھیڑ پر ایک نعش پڑی ہے اور پرندوں نے اسے نوچ رکھا ہے یہ اسی شخص کے بیٹے کی لاش تھی اس طرح بے گور و کفن دیکھ کر عبد اللہ کی آنکھ میں آنسو آگئے اور یہ فکر لاحق ہوئی کہ اس کے معذور باپ کو اس المناک حادثے کی اطلاع کیسے دے؟ ان کے پاس گئے اور ایک لمبی تمہید کے بعد اطلاع دے دی بیٹے کی وحشت ناک موت سے کون ہو گا جس کا جگر پارہ پارہ نہ لیکن

جائز نہیں اندیشہ جان ، عشق میں اے دل

ہشیار کہ یہ مسلک تسلیم و رضا ہے

خیر سن کر معذور والد کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ دل پہ غموں کے بادل چھا جائیں تو آنکھوں سے اشکوں کی برسات شروع ہو جاتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے کہ غم کا غبار اشکوں میں ڈھل کر نکل جاتا ہے شکوہ و شکایت کے بجائے فرمانے لگے۔ حمد اس ذات کے لیے جس میری اولاد کو اپنا نافرمان پیدا نہیں کیا اور اس کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچایا۔ پھر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ایک چیخ کے ساتھ سعید روح نے قفسِ غضری سے گویا یہ کہتے ہوئے آزادی حاصل کر لی۔

اب اے خیال یار نہیں تاب ضبط کی

بس اے فروغ برق تجلی کی چلی گئے

اب کی ستائیں گی ہمیں دوراں کی گردشیں

ہم اب حدود وہ سوز و زیاں سے نکل گئے

ان کی اس طرح اچانک موت پر عبد اللہ کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا کچھ لوگ اس طرف نکلے رونے کی آواز سنی خیمے میں داخل ہوئے میت کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو اس سے لپٹ گئے کوئی ہاتھ چومتا، کوئی آنکھوں کو بوسہ دیتا، ساتھ ساتھ کہتے جاتے۔

ہم قربان جائیں ان آنکھوں پر جنہوں نے کبھی کسی نامحرم کو نہیں دیکھا، ہم خدا اس جسم پر جو لوگوں کے آرام کے وقت بھی اپنے مالک کے سامنے سجدہ ریز رہتے۔ جس نے اپنے رب کی کبھی نافرمانی نہیں کی۔ عبد اللہ یہ صورت حال دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ ان کا تعارف کیا ہے۔ کہنے لگے آپ ان کو نہیں جانتے؟ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد مشہور حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ ہیں۔ حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی ابو قلابہ رحمہ اللہ کے نام سے واقف ہے صبر و استقامت کے پیکر اور تسلیم و رضا کے بلند مقام کے حامل ابو قلابہ رحمہ اللہ کی تجہیز و تکفین اور تدفین سے فارغ ہونے کے بعد عبد اللہ رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ جنت کے باغات میں سیر و تفریح کر رہے ہیں جنت کا لباس زیب تن ہے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار صبر کرنے کے سبب تم پر سلامتی ہو اور آخرت کا گھر بہترین ٹھکانہ ہے۔

عبد اللہ نے پوچھا آپ وہی معذور شخص ہیں؟ فرمانے لگے: جی ہاں! میں وہی شخص ہوں اللہ جل شانہ کے ہاں چند مراتب اور درجات ایسے ہیں جن تک رسائی مصیبت میں صبر، راحت میں شکر اور جلوت و خلوت میں خوف خدا کے بغیر ممکن نہیں اللہ تعالیٰ نے اسی صبر و شکر کی بدولت مجھے ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔

کتاب الثقات لابن حاتم ابن حبان ج 5 ص 3

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی گنتی نہیں کی جاسکتی زندگی کی جس جہت میں دیکھئے نعمتوں کے گلستان لہلہا رہے ہیں انسانی زندگی اگرچہ غم اور حسرت کی دھوپ چھاؤں سے عبارت ہے لیکن درحقیقت وجود غم بھی احساس مسرت کے لیے ہے الم کی چاشنی سے زندگی میں حسن بھی آتا ہے اہل اللہ اور اہل وفا کو غم میں بھی راحت حاصل ہوتی ہے جبکہ اہل ہوس کی ساری زندگی راحت کے غم میں ختم ہو جاتی ہے۔ ناشکروں کا المیہ یہ ہے کہ ان کی نظر ہمیشہ زندگی کی تلخیوں پر رہتی ہے زندگی کی ہزار نعمتوں اور راحتوں کی چھاؤں میں انہیں کچھ تلخیوں کی تپش محسوس ہو تو اسی کا رونا روتے ہیں۔ ایسے لوگ زندگی کی حقیقی خوشیوں سے محروم رہتے ہیں وہ ہر سو برسی ہوئی نعمتوں کی بہار میں بھی یہ کہتے ہیں۔

تمام غنچہ و گل داغ دل جلے کیفی

خزاں نصیب بہاروں سے کیا لیا میں نے

لیکن ایک حقیقی مومن کی شان اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ مصائب راہ منزل میں آتے ہیں اور حوادث راستے میں دام پھیلاتے ہی ہیں لیکن اس کی بنا پر نعمتوں سے اس کی نظر اور جھل نہیں رہتی۔ ہزار راحتوں کے جلو میں چند ایک تکالیف کی چھن کی وجہ سے صبر و شکر اور تسلیم و رضا کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتا غم حیات میں اس کا دستور یہی کہتا ہے کہ

دل کا ہر داغ تبسم میں چھپا رکھا ہے

ہم نے ہر غم کو غم یار بنا رکھا ہے

لوگ ہر خار سے پوچھو وہ گواہی دیں گے

ہم نے کانٹوں میں بھی گلزار کھلا رکھا ہے

غزہ کے بچے

نعیم الرحمان شائق، کراچی

ایک مہینے سے دو دن اوپر ہو گئے، مگر ابھی تک اسرائیل کے انتقام کی آگ نہیں بجھی۔ اسرائیل کے دوش پر 1960 فلسطینیوں کی شہادت کا بوجھ ہے۔ اسرائیل نے غزہ میں 9000 لوگوں کو زخمی بھی کر دیا ہے۔ جن میں سے کتنے ایسے ہوں گے، جو ہمیشہ کے لیے لاچار ہو جائیں گے، معلوم نہیں۔ اسرائیل نے غزہ میں 142 اسکولوں کو بھی تباہ کر دیا ہے، جن میں سے 89 اقوام متحدہ کے زیرِ تحت چل رہے تھے۔ اسرائیل کے اس خونیں کھیل نے 5 لاکھ لوگوں درد بدر بھی کر دیا ہے۔ دوسری طرف اسرائیل کے صرف 67 لوگ ہلاک ہوئے ہیں، جن میں سے 3 عام شہری تھے۔ صدیوں بعد، جب ہم میں سے کوئی نہیں ہوگا، وقت کا مورخ اسرائیل کے اس "کارنامے" کو اتنی داد دے گا کہ اس کی پوری کتاب ایک نوحہ بن جائے گی۔ ہاں! وقت کا مورخ یہ بھی ضرور زیرِ قلم لائے گا کہ اسرائیل کے مٹھی بھر لوگوں نے دنیا کی دوسری بڑی قوم کے باشندوں کو خون میں نہلایا تھا، مگر دنیا کی دوسری بڑی قوم کے حکمران اپنے لوگوں کو مرتاد دیکھ کر بھی خاموش رہے۔ اب مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ مورخ کی کتاب کے قارئین اسرائیل کے "کارنامے" کی زیادہ "تعریف" کریں گے یا مسلم حکمرانوں کے "قابل ستائش" کردار کو سراہیں گے۔

غزہ کی حالیہ جنگ کا سب سے دردناک پہلو یہ ہے کہ اس میں 415 بچے شہید اور 2700 زخمی ہوئے۔ بچے تو بچے ہوتے ہیں۔ چاہے وہ پاکستان کے ہوں یا غزہ کے۔ کیا کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی بچہ حماس سے تعلق رکھتا تھا۔ نہیں ناں! تو پھر اسرائیل کی اس درندگی کو میں کیا نام دوں؟ کم از کم مسلم حکمران تو غزہ

کے ان معصوم بچوں کے لہو کی لاج رکھ لیتے۔ یہاں اسرائیل کی ایک سابق وزیر اعظم گولڈ اسمیر کے وہ الفاظ، جو انہوں نے 1968ء میں لندن کی ایک نیوز کانفرنس میں کہے تھے، لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ انہوں نے کہا تھا:

“We can forgive the Arabs for killing our children.

We cannot forgive them for forcing us to kill their children. We will have peace with the Arabs if they love their children more than they hate us.”

یعنی ہم عربوں کو اپنے بچوں کے قتل پر تو معاف کر سکتے ہیں، مگر ہم انہیں اس بات پر معاف نہیں کر سکتے کہ وہ ہمیں اپنے (عربوں کے) بچوں کے قتل پر مجبور کریں۔ اس دن ہم میں امن قائم ہو جائے گا، جس دن ان کے دلوں میں اپنے بچوں کی محبت ہماری نفرت پر غالب آجائے گی۔

غزہ کے معصوم بچوں کی شہادت نے فٹ بالر میسی کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔ وہ بھی اپنے فیس بک پیج پر لکھ بیٹھے: "ایک باپ اور یونی سیف کے سفیر ہونے کے ناطے میں غزہ پر اسرائیلی بم باری کے بعد سامنے آنی والی تصاویر دیکھ کر سخت خوف زدہ ہوں۔ اسرائیل اور حماس کا تنازعہ بچوں نے کھڑا نہیں کیا، لیکن اس کی سب سے بھاری قیمت بچوں کو ہی ادا کرنی پڑی۔ یہ احمقانہ تشدد ضرور رکنا چاہیے۔ ہمیں جنگی مضمرات کے حوالے سے بچوں کے تحفظ کے لیے ضرور اہتمام کرنا چاہیے۔" غزہ کی خونیں جنگ نے وہاں کے بچوں کی نفسیات کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ یونی سیف کے مطابق ایک ماہ تک جاری رہنے والے فضائی حملوں اور بم باری کے باعث غزہ کے بچے شدید خوف اور ذہنی دباؤ کا شکار ہیں۔ جس سے بچنے کے لیے لگ بھگ چار لاکھ بچوں کو فری کونسلنگ اور نفسیاتی مدد کی ضرورت ہے۔ غزہ میں یونیسیف کی فیلڈ آفس کی سربراہ کے مطابق

اس شہر کی 18 لاکھ کی آبادی کا نصف بچوں پر مشتمل ہے۔ جن کی صحت اور نفسیات پر اسرائیلی حملوں نے انتہائی برے اثرات مرتب کیے ہیں۔ بی بی سی کے مطابق غزہ میں شہید ہونے والے سب سے کم عمر بچے کی عمر محض دس دن تھی۔ سوچتا ہوں کہ 18 ماہ کے محمد وجدان کا کیا ہوگا، جو اگرچہ معجزاتی طور پر بچ گیا، لیکن اس کی ماں کے ساتھ ساتھ اس کے خاندان کے 12 افراد اسرائیلی بربریت کا شکار ہو گئے۔ سوچتا ہوں کہ اس 11 سالہ یاسمین کا کیا بنے گا، جو الشفا اسپتال میں زیر علاج ہے۔ جو اسرائیلی حملے کے وقت اپنی ماں کے ساتھ بریڈ پیک کر رہی تھی۔ اس ظالمانہ حملے میں اس کی ماں کے ساتھ ساتھ اس کی دو بہنیں بھی شہید ہو گئیں۔ جن میں سے ایک بہن کی عمر محض 3 ماہ تھی۔ اور وہ خود بری طرح زخمی ہے۔ یاسمین کہتی ہے کہ اس کی ماں اور بہنیں جنت میں چلی گئی ہیں۔ محمد وجدان اور یاسمین جیسے کئی بچے ہیں جن کے زخم اور جن کے جسم سے رستا ہوا لہو پکار پکار کر مسلم حکمرانوں سے۔ اسرائیل سے نہیں۔ رحم کی بھیک مانگ رہا ہے اور مسلم حکمران نہ جانے کب ان معصوموں کے زخموں کا حساب لیں گے۔ اب تک مسلم حکمرانوں نے صرف تین کام کیے ہیں۔ وہ تین کام انہوں نے بھی کیے ہیں، جو مسلمان نہیں ہیں۔ 1: غزہ کے متاثرین کے لیے امداد 2۔ اسرائیل کے خلاف جارحانہ بیان بازی 3۔ اقوام متحدہ میں اسرائیل کے خلاف ایک آدھ قرارداد

یہی کی غزہ کیلیے امداد اور غزہ کے سلسلے میں بان کی مون کی مختلف اجلاس میں شرکت۔ یہ دونوں امور ثابت کرتے ہیں کہ اس وقت غزہ کی حمایت میں مسلم اور غیر مسلم، دونوں کی خدمات برابر ہیں بلکہ میڈیا کی رپورٹوں سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ غیر مسلم غزہ کے حق میں، مسلمانوں سے زیادہ سرگرم عمل ہیں جو کہ مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ غزہ کے معصوم بچوں کا لہو نہ جانے کب مسلم امہ کو خواب غفلت سے بیدار کرے گا؟ کاش کہ یہ معصوم اور بے گناہ لہو مسلم امہ کے اتحاد پر منج ہو۔

اسرائیل کا ناسور

پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد خورشید

عجب طرفہ تماشہ ہے کہ نصرانیت ازل سے ہی یہودیت کی دشمن رہی ہے۔ یہ ازلی دشمن کیونکر ایک دوسرے کے جگری دوست بن گئے ہیں اور مسلمان جن سے ان کی کبھی کوئی بڑی دشمنی نہیں رہی وہ ان کے اول درجے کے دشمن بن چکے ہیں کیا انہیں گذشتہ صدی کا عیسائیوں کی جانب سے کیا جانے والا ہٹلر کا یہودیت کے خلاف سفاکانہ ہولوکاسٹ بھی فراموش ہو گیا ہے؟ جو آج یہ مسلمان بچوں جو انوں اور خواتین کے خون کے پیاسے بن چکے ہیں۔ وجہ ساری دنیا جانتی ہے کہ ان عیسائیوں نے ہی ان یہودیوں کو مسلمانوں کے خون کا پیاسہ اپنی ہوس ملک گیری کے ذریعے بنا کر چالاکی سے اپنی جان چھڑا کر ان کے مال و متاع سے اپنی اپنی معیشتوں کی آبیاری کرنا شروع کر دی ہے۔ فلسطین جہاں مسلمانوں کا قبلہ اول ہے سے انہیں مسلمانوں نے بے دخل نہیں کیا تھا۔ بلکہ یہ دو ہزار سال سے بھی پہلے اس سرزمین سے نکال دیئے گئے تھے اور در بدر دنیا کے مختلف ممالک میں مارے مارے پھرتے رہے تھے۔ عیسائیت کو ناصرف مسلمانوں سے بلکہ یہودیوں سے بھی ہمیشہ سے خدا واسطے کا بیر رہا ہے۔ یہ خود تو انتہائی بزدل ہیں۔ جو مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے ہمیشہ سے خائف چلے آتے ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی مسلمانوں کا سامنے آکر مقابلہ نہیں کیا بلکہ ساری عیسائیت کو ہمیشہ اکٹھا کر کے بزدلانہ لڑائیاں لڑی ہیں یا پھر ہمیشہ سازشوں کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کی بہادری تو آج کے وار ان ٹیر میں بھی دیکھی جاسکتی ہے کہ القاعدہ کی چھوٹی سی قوت سے جنگ کرنے کے لئے پوری عیسائیت جدید ترین ہتھیاروں اور کیل کانٹے سے لیس ہو 42 ملکوں نے مل کر حملہ کیا مگر

اسامہ بن لادن کو نہ پکڑ سکے اور نہ ہی ان نہتے مجاہدین کو شکست دے سکے۔ اب اسرائیل کی تاریخ کی طرف آتے ہیں

586 قبل مسیح میں یہودیوں کی ریاست پر بابلیوں نے قبضہ کر کے ان کے ابتدائی معبد ہیکل سلیمانی کو تباہ کر دیا تھا اور یہودیوں کو ارض مقدس بے خانما کر دیا تھا۔ جس کے بعد یہ اڑھائی ہزار سال تک ساری دنیا میں بغیر مادر وطن کے یہودی مارے مارے پھرتے رہے۔ جو یہودی (جودہ) فلسطین کی سر زمین پر بچ رہے تھے انہیں یہاں پر پہلی صدی عیسوی میں بڑے انقلاب کا سامنا کرنا پڑا جب دوسری صدی میں بار کو کعبہ کا انقلاب عظیم رونما ہوا تو وہ میوں نے یہودیوں کو یہودیہ (فلسطین کے اسرائیلی خطے سے) ہمیشہ کے لئے نکال باہر کیا۔ اس علاقے کو بعد کے ادوار میں شام فلسطین کے نام سے پکارا جانے لگا جہاں سے یہودی جلا وطنی میں چلے گئے تھے۔ دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک یہودیوں کا کوئی اپنا مادر وطن نہ تھا۔

صہیوں یروشلم میں واقع ایک پہاڑ کا نام ہے یہی خطہ یہودیوں کا اسرائیل (جودہ) تھا۔ اسی حوالے سے یہودیوں کو صہیونی بھی کہا جاتا ہے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں صہیونی تحریک کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کے بانی سیکولر یہودی تھے۔ جس کا مقصد یہودیوں کے لئے ایک مادر وطن کا حصول تھا۔ اس دور میں مادر وطن یا ارض مقدس عقیدہ باقاعدہ یہودیوں میں پیدا کیا گیا اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ارض مقدس دینے کا وعدہ یہودی اور یونانی بائبل میں بھی کیا ہے۔ یہ اس کے لئے قرآن کو بھی حوالے کے طور پر کوٹ کرنے سے گریز نہیں کرتے ہیں 1897 میں صہیونیت کی پہلی کانفرنس سوئٹزر لینڈ کے شہر بیسل میں منعقد کی گئی۔ جہاں خدا کی وعید اسرائیل کے قیام پر غور و خوض کیا گیا۔ 1917 میں عالمی صہیونی ایسوسی ایشن نے یہ طریقہ کار اپنایا کہ یہودیوں کے لئے ایک ملک کا قیام نہایت ضروری ہے۔ اس

تحریک کے بعد بہت ہی معمولی پیمانے پر آہستہ آہستہ یہودیوں نے ساری دنیا سے فلسطین میں ہجرت کرنا شروع کر دی۔ اس سے قبل 1901 میں اسرائیل کے قیام کے سلسلے میں ایک یہودی قومی فنڈ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے 1903 میں اینگلو فلسطین بینک قائم کیا جو یہودیوں کی معیشت کو مضبوط کرنے کی ایک اہم کوشش تھی۔ یہ بینک یہودیوں کو کاشتکاری اور کاروبار کے لئے آسان شرائط پر قرضے فراہم کرتا تھا۔ اس کے بعد روسی یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کے لئے لائینگ شروع کر دی۔ 1903 میں برطانیہ نے یوگنڈا میں اسرائیلیوں کے وطن کے قیام کا عندیہ دیا جس کو یہودی کانگریس نے مسترد کر دیا۔

1914 میں جنگ عظیم اول کے دوران ہٹلر نے یہودیوں کی نسل کشی کی تو امریکی اور برطانوی یہودیوں نے اسکے خلاف زبردست پروپیگنڈا مہم کا آغاز کر دیا تھا جس کے نتیجے میں برطانوی وزیر خارجہ بیلفور نے 1917 میں ایک خط کے ذریعے یہودیوں سے وعدہ کیا کہ انہیں فلسطین میں یہودیوں کا وطن دیدیا جائے گا۔ اس اعلان کے کروانے میں وزمین نے اہم کردار ادا کیا تھا (یہی وجہ تھی کہ 1948 میں اسرائیل کے قیام پر پرو زمین کو اسرائیل کا پہلا صدر بنایا گیا تھا) اس کے بعد 1922 میں لیگ آف نیشن نے ایک اعلامیہ جاری کیا اور برطانیہ کو فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کا اختیار دیدیا۔ جو فلسطینی عربوں کے سینے میں میخ گاڑنے کی تیاری تھی۔ اس وقت فلسطین میں یہودیوں کی کل تعداد 6 لاکھ 49 ہزار 48 تھی جو 1946 میں بڑھ کر 18 لاکھ 45 ہزار 559 ہو گئی۔ ان یہودیوں کی اکثریت غیر اسرائیلی تھی۔ اب ساری دنیا سے یہودی تیزی کے ساتھ فلسطین میں آنا شروع ہو گئے تھے۔ 29 نومبر 1947 میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے فلسطین کے ناجائز بٹوارے کے لئے ایک خصوصی کمیٹی قائم کر کے ہدایت جاری کی کہ مغربی فلسطین کو تقسیم کر کے یہودی اور

عرب ریاستیں قائم کر دی جائیں۔ جبکہ یروشلم اور اس کے ارد گرد و نواح کے علاقے اقوام متحدہ کے کنٹرول میں رہیں گے۔ سامرجی کوششوں سے 14 مئی 1948 کو اسرائیل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ فلسطینی عربوں نے اقوام متحدہ کے اس منصوبے کو مسترد کر دیا جس کے نتیجے میں فلسطین کے عربوں کو اسرائیل کے خلاف ہتھیار اٹھانا پڑ گئے۔ اور 8 لاکھ فلسطینیوں کو مغرب کے طاقت کے بل بوتے پر جلا وطن کر دیا گیا۔ اُس وقت سے آج تک اسرائیل مسلسل فلسطینیوں کی نسل کشی میں مصروف ہے اور عالمی سامراجی قوتیں اس کی پشتبان ہیں۔ یہ جب چاہتا ہے اپنے آقاؤں کی شہ اور مرضی سے فلسطین کے لوگوں کا قتل عام شروع کر دیتا ہے۔ اس کی جارحیت کو کوئی نہیں روکتا ہے

مسلم دنیا کے بھی بعض افراد اسرائیل کی حمایت میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ 1873 میں ایران کے بادشاہ نصیر الدین کجمر نے یہودی رہنما سر موسس مونٹی فلور سے اپنے یورپ کے دورے کے دوران برطانیہ میں ملاقات کی، ایران کے بادشاہ نے اس وقت یہ تجویز پیش کی کہ یہودیوں کو (فلسطین میں) زمینیں خرید کر یہودی عوام کے لئے ایک ریاست قائم کرنے کا حق حاصل ہے ڈاکٹر توفیق حمید ایک ایسا مسلمان تھا جس نے صہیونیت کی کھل کر تائید کی تھی یہ ایک سابقہ جنگجو تنظیم کارکن تھا جو بعد میں اسلامی مفکر اور حالیہ رفاہر تھا۔ اٹلی کے اسلامی تہذیب و سماج کے انسٹیٹیوٹ کا سربراہ پروفیسر شیخ عبدالحادی پلازی اور ایک پاکستان نژاد امریکی صحافی، محقق و مصنف تابش سید، ان تمام لوگوں نے صہیونیت کی کھل کر حمایت کی ہے۔ دوسری جانب بعض غیر عرب مسلمان جن میں کُرد اور باربر شامل ہیں نے بھی صہیونیت کی حمایت میں اپنی آوازیں بلند کی ہیں۔

اسد شکیری ایک مسلمان عالم جن کا تعلق عکبرہ کے علاقے سے ہے اور جو پی

ایل او کے بانی رہنما احمد شکیری کے والد نے عرب فلسطینیوں کی قومی اقدار کی تحریک کو مسترد کرتے ہوئے صہیونی تحریک کی مخالفت کو مسترد کر دیا تھا۔ برطانوی حکمرانی کے ابتدائی دور میں وہ صہیونی افسران سے مسلسل ملاقاتیں کرتے رہے اور ہر صہیونیت کی عرب تنظیم میں شامل رہے اور انہوں نے مفتی اعظم فلسطین محمد امین الحسینی کے یہودیوں پر حملے کے لئے اسلام کے استعمال کی کھلے عام مخالفت کی۔

بعض ہندوستانی مسلمانوں نے بھی یہودیوں کے خلاف اسلام کے نام کو استعمال کرنے کی مخالفت جاری رکھی۔ اگست 1907 میں کل ہند مساجد اور ان کے اماموں کی تنظیم نے جن کی قیادت مولانا جمیل الیاس کر رہے تھے نے ایک وفد کے شکل میں (فلسطین) کا دورہ کیا جہاں یہودیوں سے ملاقاتیں کرنے کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ

”ہندوستان کے مسلمان (یہودیوں) کے لئے امن و آشتی کا پیغام لائے ہیں“ ہم یہودیوں اور ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان گفت و شنید کا آغاز کر رہے ہیں اور اس تصور کو مسترد کرتے ہیں کہ یہودیوں اور فلسطینیوں کے درمیان کوئی مذہبی تنازعہ ہے۔ اس دورے کا انتظام امریکی یہودی کمیٹی نے کیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ ایک پر معنی بحث کا آغاز اسرائیل کی صورت حال کے ضمن مسلمان دنیا میں کیا جائے۔ اور ہندوستان اور اسرائیل کے مابین مضبوط تعلقات کی شروعات کی جائے۔

دوسری جانب اسرائیل کی مخالفت میں کیتھولک چرچ نے 1897 میں بیسل کانفرنس کے موقع پر اسرائیل کے قیام کی شدید مخالفت کی تھی۔ یہاں پر بائبل کے حوالے سے فیصلہ دیا گیا تھا کہ ”یروشلم میں یہودی ریاست کی تباہی کے بعد تمام یہودیوں کو غلام سمجھا جائے گا اور وہ در بدر رہیں گے، حتیٰ دنیا کا خاتمہ ہو جائے“

”گذشتہ 1827 سال پہلے یہ پیشگوئی نزارتھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی تھی جو

پوری ہوئی، ماضی کے عیسائی عقیدے کے مطابق مقدس کلمات کے مطابق اقتدار اعلیٰ کے ساتھ یہودیوں کو فلسطین میں داخلے کی ہر گز اجازت نہیں ہے۔ Regina sharf لکھتا ہے کہ ”یہودیوں کو در بدر دیگر اقوام کے ساتھ رہنا ہو گا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت پوری ہو۔ رومن کیتھولک کے نزدیک یہودیوں کے لئے یہ گنجائش امکان کی حد تک بھی نہیں کہ وہ واپس فلسطین میں داخل ہوں اور نہ ہی کوئی ایسا تصور ہے کہ یہودی قوم کا احیاء ہو“ ورلڈ کونسل آف چرچز کے ارکان جن میں اسرائیل کے سابق جسٹس ایمینان روبنسٹین بھی شامل ہیں، نے واضح کیا ہے کہ ”وہ اسرائیل سے نفرت کرتے ہیں“ اس کی بڑی وجہ شائد اسرائیلیوں کی سفاکی ہے۔

آج کی مسلم دنیا کے 56 ممالک کی بزدلی اسرائیلی جارحیت کے ضمن میں دیدنی ہے۔ اس نے چند دنوں میں ہی دو ہزار فلسطینیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس جارحیت کے پیچھے پوری یورپی برادری کھڑی ہے اور مسلمان ممالک اور ان کے حکمران بزدلی کی اتھاگہرائیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کہیں سے بھی کوئی مضبوط و طاقتور آواز اٹھائی نہیں جا رہی ہے۔ ان میں سے اکثر کو اپنی غاصب حکومتیں گرائے جانے کا خوف کھائے جا رہا ہے۔

احناف میسج سروس

AddAMS313 لکھ کر 9900 پر سینڈ کریں اور حاصل کریں

روزانہ مسلک اہل السنۃ والجماعت کے عقائد، مسائل اور مستون دعاؤں

کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کی اہم اہم خبریں

03003166018

مزید تفصیلات کے لیے:

یہ شکایت نہ سمجھنا!!

بنت مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ

جامعہ بنوریہ عالمیہ، کراچی

روش روش پہ خزاں کے نقیب ہیں لوگو
گلستاں بچاؤ، غم آشیاں کا وقت نہیں

عصر حاضر میں کردارِ مسلم نے ہر شخص کو بے چین و بے کل کر رکھا

ہے، میدانِ صحافت ہو یا کارزارِ خطابت۔۔۔ قلم کی آزاد نوک تلے حالات کی شکوہ

کنائیاں اور زباں پر شامِ ستم کی نعمہ خوانیاں عام ہیں، کوئی درست قیادت کے فقدان کا

رونارو رہا ہے، کوئی نوجوانانِ عالم کی درست تربیت نہ ہونے کا ماتم کر رہا ہے، بڑا عجیب

لگتا ہے جب امتِ آلام کی کروٹوں سے نکلنے کے لئے خود کو بدلنے کے بجائے کسی

معتصم اور سنوسی کی منتظر نظر آتی ہے، کسی کے بازو میں اتنا دم خم نہیں کہ عموریہ کا

معتصم بن سکے،، ہاں امت کی ماؤں پر یہ الزام ضرور ہے کہ ان کی گودوں میں پلنے

والے معتصم کیوں نہیں؟؟

حیرت ہوتی ہے ان پر جو نوجوانوں کی لغزشوں پر دونوں ہاتھوں سے ماؤں کی

جانب اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ۔۔۔ یہ تمہاری اولاد ہے۔۔۔ یعنی ان کی تربیت مورد الزام

ٹھہری!!!

تبصرہ نگار اپنی عبارتوں اور تحریروں میں رنگ بھرنے کے لئے ایک ہی

حرفِ آخر کا فیصلہ صادر فرماتے ہیں کہ امت کی مائیں بانجھ ہو گئیں ہیں مگر بابِ نظر

یہ بھول جاتے ہیں کہ زرِ قاوی اور شاملِ بسایوف بھی اسی دور کی ماؤں کی اولادیں

ہیں،،، پھر بھلا عفتِ مآب ماؤں سے شکوہ کیونکر ہے؟؟؟

قباؤں میں پیوند، پتھر شکم پر

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

انتشار سے تو میں کمزور ہو جایا کرتی ہیں اور اتحاد و اتفاق سے جنگیں جیتنا بھی آسان ہو جاتا ہے قرآن پاک میں مسلمانوں کو جہاں جن باتوں میں زیادہ تاکید کی ہے ان میں ایک اتفاق و اتحاد ہے۔

سورۃ ال عمران میں فرمایا کہ اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کی رسی کو اور تفرقوں میں نہ پڑو۔

آج کمزور اگر مسلمان دکھائی دیتا ہے تو اس کی بنیادی وجہ بے اتفاقی اور تفرقہ بازی ہے۔ مسلمان اپنے مسلم بھائی کے خون دشمن دکھائی دیتا ہے اگر اس کی پیاس بجھتی نظر آتی ہے تو صرف بھائی ہی کے خون سے۔ اسلام نے ہمیں اخوت و بھائی چارے کے درس دیا تھا مگر افسوس کی آج ہم ایک گھر ایک ملک ایک علاقے میں رہتے ہوئے ایک دوسرے سے اجنبی بنے ہوئے ہیں۔

حیرت ہے کہ یہ وہی امت ہے جسے میرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مسلسل محنت اور تربیت کے بعد باہم شیر و شکر بنا دیا تھا نبی پاک ﷺ کا ایمان کی حالت میں دیدار کرنے والے صحابہؓ مختلف علاقوں کے رہنے والے تھے مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے ان کی زبانیں اور رنگ بھی مختلف تھے مگر انہوں نے نسل زبان اور قومیت کے تمام امتیازات مٹا دیے تھے اور آپس میں اس طرح رہتے دکھائی دیتے تھے جیسا کہ آپس میں ان کا خونى رشتہ ہے اور بھی قریب کا۔

نبی پاک ﷺ میں سلمان فارسی بھی نظر آئے بلال حبشی بھی، صہیب رومی بھی، ابوذر غفاری بھی، طفیل دوسی بھی، عدا س نینوائی بھی، ابوسفیان اموی بھی، عدی

طائی بھی، ضمازدی بھی، سراقہ جعشمی بھی، تمام کے خاندان علیحدہ علیحدہ قبیلے علیحدہ علیحدہ مگر جو بھی تھے آپس میں بھائی بھائی نظر آئے۔ انما المؤمنون اخوة کی عملی تفسیر تھے۔

اپنا نہیں دوسروں کا خیال رکھنے والے لوگ تھے خود بھوکے رہ کر دوسروں کا کھلاتے تھے خود پیاسے رہ کر دوسروں کا سیر کراتے۔

ابو جہم بن حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اپنے ساتھ میں نے ایک مشکیزہ پانی کا بھی لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں اتفاق سے وہ جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے، میں نے پوچھا کہ پانی کا گھونٹ دوں؟ انہوں نے اشارے سے ہاں کی۔ اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے، آہ کی۔ میرے چچا زاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا، میں ان کے پاس پانی لے کر گیا، وہ ہشام بن العاص تھے، ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے، انہوں نے آہ کی، ہشام نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا میں ان کے پاس پانی لے کر پہنچا ان کا دم نکل چکا تھا، ہشام کے پاس واپس آیا وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی کو کسی شخص نے بکرے کی سری ہدیہ کے طور پر دی، انہوں نے خیال فرمایا کہ میرے فلاں ساتھی زیادہ ضرورت مند ہیں، کنبہ والے ہیں اور ان کے گھر والے زیادہ محتاج ہیں، اس لئے ان کے ہاں بھیج دی، ان کو ایک تیسرے کے متعلق یہی خیال پیدا ہوا اور ان کے پاس بھیج دی۔ غرض اسی طرح سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب سے پہلے صحابی کے گھر لوٹ آئی۔

ایمان اور اتحاد کی طاقت جب تک مسلمانوں میں تھی اخوت و محبت اور

اتفاق و اتحاد کا یہ رشتہ برقرار رہا وہ ساری دنیا پر چھائے رہے، جب انہوں نے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے اور ایک دوسرے کو گرانے کا عمل شروع کیا ہے، وہ اقوام عالم میں ذلیل و خوار ہوتے جا رہے ہیں۔ افرادی اعتبار سے دیکھئے تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے و مسائل کے لحاظ سے بھی پٹرول اور تیل مسلمانوں کے قبضہ میں ہے معدنیات کے ذخائر اور کانیں میں اسلامی ممالک میں زیادہ ہیں اسی طرح مالی لحاظ سے بھی اقوام عالم سے زیادہ مسلمان ہی طاقتور ہیں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مسلمان کمزور اور مغلوب نظر آتے ہیں۔ آخر کیوں؟

اس کی وجہ ایمانی کمزوری اور آپس کی لڑائی ہے۔ پہلے مسلمانوں کے پاس سونے چاندی کی دولت نہیں بلکہ ایمانی دولت تھی۔ مسلمانوں کے پاس پیٹرول اور معدنیات کے ذخائر نہیں تھے لیکن اللہ کی ذات پہ یقین اور اعتماد کا عظیم ذخیرہ ان کے پاس تھا۔ مسلمانوں کے پاس پہلے جدید اسلحہ اور ساز و سامان کی طاقت نہیں تھی لیکن ان کے پاس اتفاق و اتحاد کی طاقت تھی۔ تین سو تیرہ ایک ہزار کے لشکر پہ حاوی دکھائی دیتے تھے۔ تین ہزار نے دولاکھ کے لشکر کو شکست دی، ہم نے اتنی بڑی طاقت کبھی نہیں دیکھی کہ اتنے چھوٹے سے لشکر نے چودہ گناہ مسلح لشکر کو نیست و نابود کیا ہو۔

قباؤں میں پیوند ، پتھر شکم پر
 قدم کے تلے تاجِ کسریٰ و قیصر
 غذاناں جو وہ بھی کم تر میسر
 مگر ہاتھ میں زورِ تسخیرِ خیبر
 کبھی اہل ایمان کی پہچان یہ تھی
 کبھی اہل اسلام کی شان یہ تھی

آج ہماری کمزوری کی وجہ ساز و سامان کی کمی نہیں ہماری کمزوری کی وجہ توپ و گولہ بارود نہیں، ہماری کمزوری کی وجہ تربیت یافتہ فوجوں کی قلت نہیں، ہماری کمزوری کی وجہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا عدم حصول نہیں، ہماری کمزوری کی وجہ مال و دولت کی قلت نہیں بلکہ ہماری کمزوری کی وجہ ایمان و یقین اتحاد و اتفاق کا فقدان ہے کفریہ طاقتیں صحابہ کرام سے یقین محکم اور بے مثال اتحاد کی وجہ سے لرزاں تھیں۔

شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

تمہاری قوم کی توہے بنا ہی دین و ایماں پر
تمہاری زندگی موقوف ہے تعمیل قرآں پر
تمہاری فتیابی منحصر ہے فضل یزداں پر
نہ قوت پر نہ شوکت پر نہ کثرت پر نہ سماں پر

afmedia.com

قائم شدہ
1950ء

رجسٹریشن نمبر
1195

لعلت اللہ علی الکاذبین ہمارا عزم فطرت سے قریب تر سخت مند زندگی جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت

سرخہ جوہری زیتون

فوائد

دارالخدمت

جوہر زیتون جوڑوں کے درد کا مکمل علاج

تمام نباتات خالق ارض و سماء کے ہی پیدا کردہ ہیں لیکن چند پودوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود اپنی مقدس کلام میں فرمایا ہے اور اس طرح ان پودوں کے نام تا اب کلام الہی میں محفوظ ہو گئے ہیں ان میں زیتون کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے ”ہنتم ہے انجیر کی اور تم ہے زیتون اور تم ہے طور سینا کی اور اس واسطے شہر کی ہم نے انسان کو بہترین انداز میں پیدا فرمایا“ قرآن پاک میں زیتون کا لفظ اس کے نام کے ساتھ چھ مرتباً آیا ہے۔

قیمت بمعہ
ڈاک خرچ و
بمعہ ڈاک کیشن
1500 روپے

جوہر زیتون: جوڑوں کا درد، کمزور ہونا، ٹانگ کا درد ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: پٹھوں کی کمزوری، جوڑوں پر سوج، اور ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: نگھٹیا، موچروں کا درد، سرد کمزوری ختم کرتا ہے۔
جوہر زیتون: تمام جسمانی دروزوں کو ختم کر کے یوںک ایسا نیکو خارج کرتا ہے۔

صدق بیانی کی تمام حدود کو ملحوظ رکھ

کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرخہ جوہر زیتون کی ایک ہی خوراک انشاء اللہ ایک مرتبہ تو مر لیض گھٹنا کو بستر مرگ سے اٹھا دیتی ہے

0308-7575668
0345-2366562
0300-2682923

جوہر زیتون بزر لیوڈاک گھوانے
کے لئے 24 گھنٹے ہیلپ لائن

شعبہ طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

موبائل کی کارستانیاں!

مفتی محمد معاویہ اسماعیل مخدوم پور

پاپا۔۔۔! جی پاپا کی جان! سمیرا کے کہنے پر اس کے والد انوار عالم

صاحب نے اخبار سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انوار عالم صاحب ایک ایمان دار سرکاری افسر تھے، حتی الوسع ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں شرعی امور کی مکمل رعایت کریں، اور کافی حد تک وہ اس کوشش میں کامیاب بھی تھے، البتہ عادت ان کی کبھی کبھی دوسروں کو پسند نہیں تھی، کیونکہ ان کی وجہ سے بہتوں کام نہیں بنتا تھا، ان کی اولادیں کل چھ تھیں، جن میں سے بیٹی صرف ایک تھی، باقی سب بیٹے تھے، اور بیٹی تھی بھی چونکہ سب سے چھوٹی، اس لئے اس کے حصہ میں ماں باپ اور بھائیوں کے پیار کا خاصہ حصہ آیا تھا، خصوصاً باپ تو اس پر جان چھڑکتا تھا، اس کے منہ سے بات بعد میں نکلتی اس کو پورا وہ پہلے کر دیتے تھے، اور ویسے بھی بیٹی سے پیار کرنا سنت بھی ہے، آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ﷺ ان کے استقبال کیلئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

انوار عالم صاحب کی دفتر کی مصروفیات ہی اتنی تھیں کہ وہ شام کو تھکے ہارے واپس آتے، کھانا کھاتے، اتنے میں عشاء کی اذان ہو جاتی، عشاء کی نماز جماعت سے ادا کرتے اور نماز کے فوراً بعد ہی سو جایا کرتے، عشاء کی نماز کے بعد جلدی سو جانا تو سنت بھی ہے، اس لئے انہوں نے اخبار دیکھنے کیلئے ناشتے کا

وقت مقرر کیا ہوا تھا، وہ اسی وقت میں ہی سرسری نظر سے اخبار دیکھا کرتے تھے اور سرکاری افسر ہونے کے ناطے ان کو اخبار دیکھنا ضروری بھی تھا، تاکہ عوامی حالات سے باخبر رہا جاسکے۔

آج بھی وہ معمول کے مطابق صبح ناشتے کے ساتھ ساتھ اچھتی نگاہوں سے اخبار دیکھ رہے تھے، کہ ان کی اکلوتی پندرہ سالہ بیٹی سمیرا نے ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا، پاپا۔۔۔! میرے ٹینٹھ کے امتحانات شروع ہونے والے ہیں، تو ووووو۔۔۔! انوار عالم صاحب نے تو کو ذرا لمبا کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا، کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے، کہ اس کے امتحان کے بتانے کا مقصد ہے جب رزلٹ آئے گا تو میں آپ سے اپنی مرضی کا انعام لوں گی؟ پاپا وہ دراصل میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ۔۔۔ میں رزلٹ آنے پر اپنی مرضی کا انعام لوں گی، ہیں نا؟ انوار صاحب نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا تو وہ جھینپ سی گئی، اور کہا جی پاپا۔۔۔! میں آپ سے اس بار انعام لوں گی اور لوں گی بھی اپنی مرضی کا، ٹھیک ہے پاپا کی جان! اگر تم نے امتحان میں فرسٹ ڈویژن آئی تو میں تمہیں تمہاری مرضی کا انعام دوں گا ان شاء اللہ۔ یہ کہہ کر انوار عالم صاحب نے اخبار سمیٹا، چائے کا آخری گھونٹ لیا، اور دفتر کیلئے روانہ ہو گئے۔

وقت پُر لگا کر اڑتا گیا، پتا ہی نہ چلا کہ امتحان بھی ہو گئے اور رزلٹ کے دن قریب آگئے، جیسے جیسے رزلٹ کی ڈیٹ قریب آتی جا رہی تھی سمیرا کی بشارت بڑھتی جا رہی تھی، کیونکہ جو انعام اس نے پاپا سے لینے کا سوچ رکھا تھا وہ تھا ہی بڑا زبردست! جس کے اس کو ڈھیروں فائدے محسوس ہو رہے تھے، یہی سوچ سوچ کر وہ دن گزارنے لگی۔

آخر رزلٹ کا دن آگیا، اور اس مرتبہ سوچ سے بڑھ کر سمیرا نے

میٹرک میں ہائی فرسٹ ڈویژن حاصل کی تھی، اب اس کو شام کا انتظار تھا کہ کس وقت پایا آئیں اور وہ ان کو رزلٹ کا بتا کر اپنی پسند کا انعام لے سکے۔

ای پایا آئے ہیں، کچن سے باہر آتے ہوئے سمیرانے آٹے والے ہاتھ دھوتے ہوئے اپنی والدہ سے پوچھا، خیر تو ہے بیٹا یہ تم اب تک کہیں پانچویں مرتبہ پوچھ چکی ہو، ابھی تو ان کے آنے کا وقت ہی نہیں ہوا، وہ تو عشاء کی نماز کے قریب آتے ہیں اور ابھی تو مغرب کی نماز کا وقت بھی نہیں ہوا، تمہیں کیا جلدی ہے؟ وہ دراصل آج میرا رزلٹ آیا تھا نا وہ میں پایا کو دکھانا چاہتی تھی، سمیرانے اپنی والدہ کو جواب دیتے ہوئے کہا، ہوں اب میں سمجھی، تو سیدھی طرح یوں کہو تم انعام لینا چاہتی تھی، بات کو گھما کیوں رہی ہو، اس کی والدہ نے اس کو خشمگین نظروں سے گھورتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

سمیرا نظر نہیں آرہی؟ کہاں ہے؟ انوار عالم صاحب نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا، اتنے میں سمیرا بھی آگئی، انہوں نے بیٹی کی سر پر ہاتھ رکھا اس کی پیشانی کو چوما، اور مسکرا دیے، یہ آج میری بیٹی کچھ زیادہ ہی خوش نظر آرہی ہے؟ خیر تو ہے؟ اور یہ ہاتھ میں کیا ہے؟ انہوں نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں کہا؟ اس کا آج رزلٹ آیا ہے نا، اسی وجہ سے تو آپ کی گاڑی کی آواز سنتے ہیں کمرے کی طرف بھاگ گئی کہ رزلٹ کارڈ اٹھا کر لے آؤں، کہیں انعام وصول کرنے میں دیر نہ ہو جائے، بیگم انوار عالم نے کہا تو انوار عالم صاحب نے ہوں کرتے ہوئے کہا تبھی تو میں بھی سوچ رہا تھا کہ میرے آنے سے پہلے میرا انتظار کرنے والی میری بیٹی آج نظر کیوں نہیں آ رہی؟ یہ کہتے ہوئے انہوں نے اس کے ہاتھ سے رزلٹ کارڈ لے لیا، واہ جی واہ ماشاء اللہ، زبردست! میری بیٹی نے تو میٹرک میں ہائی فرسٹ ڈویژن

نمبر لئے ہیں؟ پاپا ایسے باتوں سے کچھ نہیں بنے گا، مجھے تو انعام چاہیے اور وہ بھی ابھی اور اسی وقت! سمیرانے مان سے کہتے ہوئے انوار عالم صاحب کی طرف دیکھا، پاپا کو کھانا تو کھانے دو پھر انعام لے لینا، ایک تو تم ہر کام میں جلد بازی کرتی ہو پتہ ہے اسلام میں جلد بازی سے منع کیا گیا ہے، بیگم انوار عالم نے سمیرا کو سمجھاتے ہوئے کہا، تم اس کو کچھ نہ کہو میں پہلے اپنی بیٹی کو انعام دوں گا پھر کھانا کھاؤں گا، انوار عالم صاحب نے جواب دیتے ہوئے سمیرا کی طرف دیکھا اچھا کچھ پتا تو چلے کہ میری بیٹی کو انعام میں چاہیے کیا چیز؟ جو وہ اتنے عرصے سے رزلٹ کیلئے بے تاب تھی، پاپا مجھے۔۔۔ دراصل۔۔۔ وہ میں نے میٹرک کر لی ہے نا، تو اب میری ساری سہیلیاں جدا ہو جائیں گی کیونکہ آگے پتا نہیں کون سی کس شعبے میں جاتی ہے، تو ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ اس بار ہم سب انعام میں اپنے والدین سے موبائل لیں گی اور ایک دوسرے سے رابطے میں رہیں گی اور ہاں پاپا موبائل بھی میں نے کیمرے والا لینا ہے، تاکہ ہم ایک دوسرے کی تصویریں بھی ان میں رکھ سکیں، سمیرانے بڑی تفصیل سے اپنی ڈیمانڈ بتاتے ہوئے تو انوار عالم صاحب اپنی معصوم سی بیٹی کے اس انداز پر مسکرا دیے، میں اپنی بیٹی کو ضرور موبائل لے کر دوں گا یہ بھلا کون سی بات ہے؟ بس میں ذرا فریش ہو کر آتا ہوں، پھر موبائل لے آتے ہیں، یہ کہتے ہوئے انوار عالم صاحب اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے، جیسے ہی انہوں نے کپڑے نکالنے کیلئے الماری کھولی تو اس میں سے ایک اخبار نکل کر نیچے گر پڑا اس کو اٹھا کر جب انہوں نے دیکھا تو ان کو یاد آیا کہ اس میں موبائل کے بارے میں انہوں نے کچھ بھیانک حقائق پڑھے تھے، اور اسی نیت سے کہ ان کو پھر توجہ سے پڑھیں گے انہوں نے اس کو وارڈروب میں رکھ دیا تھا، اور پھر بھول گئے، آج اتفاقاً وہ سامنے آ گیا

تھا، اس وقت کی پڑھی گئی خبریں ان کے ذہن کی اسکرین پر چلنے لگیں، نیویارک اور پھر پاکستان میں ہونے والی موبائل کی کارستانیوں نے تو ان کو چونکا کر رکھ دیا تھا، وہ تمام خبریں ان کے ذہن میں ایسے تازی ہوتی ہو گئیں جیسے کہ وہ ابھی کی ہیں، ان کو یاد آیا کہ انہوں نے ایک خبر یہ بھی پڑھی تھی کہ موبائل فون رشتے ختم کرنے کا سب سے بڑا سبب بن گیا ہے، زیادہ تر رشتے ایس ایم ایس اور سماجی رابطوں کی ویب سائٹس کے ذریعے ختم ہو رہے ہیں۔

ویسے تو موبائل فون کو رابطے بڑھانے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے لیکن امریکا میں یہ رشتے ختم کرنے کا سب سے بڑا سبب بن گیا ہے، امریکا میں ہونے والے ایک سروے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ جہاں ٹیکنالوجی نے زندگی میں کئی آسانیاں پیدا کی ہیں وہیں سماجی تعلقات توڑنے میں بھی بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

آزادی نسواں کے علمبردار تہذیب کے قبلہ امریکا میں ہر سال دس لاکھ غیر قانونی طور پر بچیاں حاملہ ہوتی ہیں، چالیس فیصد بچیاں ۲۰ سال کی عمر میں پہنچنے تک ناجائز بچے کی پیدائش کے عمل سے گزر چکی ہوتی ہیں، یو این او کی رپورٹ کے تحت مغربی ممالک میں ناجائز ولادتوں کا اوسط ساٹھ فیصد سے تجاوز کر چکا ہے۔

اب مشرقی ممالک میں اعلیٰ درجہ کی امریکی غلامانہ ذہنیت رکھنے والے تابعدار، فرمانبردار حکمران و عوام جس ملک میں بکثرت پائے جاتے ہیں وہ پاکستان ہے اس جیسے پیروی کرنے والے ملک کی صورت حال ذرا دل تھام کر پڑھیے! ایک نجی ادارے نے گزشتہ دنوں ایک عرق ریز رپورٹ تیار کی اس میں یہ بات سامنے آئی۔

پاکستان کے اندر صرف ایک سال میں جنوری ۲۰۱۲ء سے جنوری ۲۰۱۳ء تک سترہ ہزار دو سو گیارہ لڑکیاں اپنے گھروں سے ان آشناؤں کے ساتھ فرار ہوئیں جن کے ساتھ موبائل پر دوستی ہوئی تھی، ان بھاگنے والیوں میں چار ہزار شادی شدہ اور بچوں والی خواتین ہیں دو ہزار سے زائد کالج کی طالبات ہیں جبکہ ایک ہزار گھریلو لڑکیاں ہیں، موبائل فون پر فری میج اور رات بھر کے فری کال پیکیجز نے نوجوانوں میں فری گپ شپ بے ہودہ اور فحش پیغامات اور پھر ایک دوسرے کو سہانے خوابوں کا رواج دیا اور ڈراموں کے آوارہ کرداروں نے انہیں گھروں سے بھاگنے پر آمادہ کیا ان بھاگنے والیوں میں کئی شریف خاندان اور دین دار گھرانوں کی عورتیں بھی شامل ہیں۔

یہ صورت حال دنیا کے نام نہاد اخلاق و اقدار کے علمبردار اور مقتدا امریکا کی ہے جس کی پلک جھپکنے تک کی اقتدا اہل مشرق سعادت سمجھ کر کرتے ہیں۔

وہ سوچنے لگے کہ بڑوں سے سنا کرتے تھے کہ بھی گھر میں ٹیلیفون رکھنا گھر میں باہر کا بندہ بٹھانے کے مترادف ہے کہ کسی وقت اگر فون پر کوئی پوچھے کہ گھر کے صاحب گھر میں موجود ہیں؟ تو جواب جب نفی میں ہو گا تو باہر کے آدمی کو معلوم ہو جائے گا کہ گھر کسی مرد سے خالی ہے تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے، کیا رونا روئیں اس دور پر کہ جب گھر کے ہر ہر فرد کے پاس خواہ مرد ہو یا عورت جو ان بیٹی ہو یا نئی دلہن، ہر ایک کے پاس ایل سی ہتھیار موجود ہے اور یہ ساری کارستانیاں اسی موبائل کی ہیں۔

لگتا یوں ہے کہ ازل سے ابد تک انسانیت اور انسانی اخلاق و اطوار و گفتار و کردار تہذیب و تمدن کو برباد کرنے کے لیے شیطان کے ہاتھ اس

موبائل سے بہتر کوئی آلہ اور نہیں لگا، وہ جیسے جیسے سوچتے جا رہے تھے ان کا دل تشکر سے لبریز ہوتا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کے گھر کو بچا لیا اگر وہ بھی اپنی بیٹی کو موبائل لے کر دے دیتے اور ایسا ویسا کچھ ہو جاتا تو۔۔۔۔۔ آگے سوچ کر ہی ان کے جسم میں جھر جھری سی آگئی، اور ان کو پتہ ہی نہ چلا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے ہیں۔

ہائیں! یہ آپ کو کیا ہوا؟ اوہ آپ تو رو رہے ہیں؟ بیگم انوار عالم نے جب دیکھا کہ انوار صاحب کافی دیر سے کمرے میں چیخنے کرنے کا کہہ کر گئے ہیں ابھی تک واپس نہیں آئے۔ تو وہ خود کمرے میں آگئیں، آگے ان کو روتے دیکھ کر ان کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا، کیا ہوا خیر تو ہے کچھ بولیں تو سہی۔ بیگم انوار عالم صاحب نے ہذیبی انداز میں ان کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا، ایسا کرو سمیرا کو کہو وہ سو جائے صبح اس کو اس کا انعام دوں گا، اور تم میرے لئے کھانا ادھر کمرے میں ہی لے آؤ، ذرا جلدی؟ انوار عالم صاحب نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا، آپ بتائیں تو سہی کیا ہوا ہے آپ رو کیوں رہے تھے؟ جو میں نے کہا ہے وہ کرو بیگم کے دوبارہ کہنے پر انہوں نے کہا تو وہ کمرے سے چلی گئیں، اور تھوڑی دیر میں کھانا لے کر آگئیں، تم بھی بیٹھو انوار عالم صاحب نے اپنی بیوی کو کہا وہ بھی حیرت سے ان کو دیکھتی ہوئی پاس ہی بیٹھ گئی، اور پھر انوار عالم صاحب نے موبائل کے متعلق پڑھی گئی ساری باتیں اپنی بیوی کے گوش گزار کر دیں، جو انہوں نے انتہائی حیرت اور تعجب سے سنیں، اب پھر کیا کریں؟ ساری باتیں سن کر ان کی بیگم نے کہا، تھوڑی دیر تک انوار عالم صاحب سے سوچتے رہے، پھر ایک دم سراپر اٹھاتے ہوئے کہا ہاں میرے ذہن میں ایک بہترین آئیڈیا آیا ہے، اپنی بیٹی کو مطمئن کرنے کا، کیونکہ وہ اس کو موبائل سے بھی بچانا چاہتے

تھے اور اس کا دل بھی نہیں توڑنا چاہتے تھے، انوار عالم صاحب نے کہا تو ان کی بیگم نے اس کی تفصیلات پوچھیں جو انہوں نے ان کے گوش گزار کر دیں، جس سے وہ بھی مطمئن ہو گئیں، پھر انہوں نے کھانا کھا کر عشاء کی نماز ادا کی اور اس آئیڈیا کے مختلف پہلوؤں پر سوچتے ہوئے نیند کی گہری وادیوں میں کھو گئے۔

ای پاپا چلے گئے ہیں؟ آج وہ چھٹی کر لیتے، مجھے موبائل لیکر دے دیتے؟ رات بھی انہوں نے کہا تھا مگر نہیں لے کر دیا، اور اب بھی کچھ بتائے بغیر چلے گئے ہیں، ان کو میری فکر ہی فکر نہیں ہوئی؟ سمیرا نے انوار عالم صاحب کے جانے کے بعد اپنی والدہ سے روٹھے ہوئے لہجے میں کہا، نہیں بیٹی ایسی بات نہیں ان کو آج ضروری کام تھا وہ شام میں آتے ہوئے تمہارے لئے بہترین انعام اور تحفہ ضرور لائیں گے، تم مطمئن رہو، شام کو جیسے ہی انوار عالم صاحب کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا سمیرا جلدی سے گیٹ پر گئی، تو اس نے دیکھا کہ اس کے والد ہاتھ میں ایک بڑا شاپنگ بیگ اٹھائے ہوئے آرہے ہیں، تو اس کو اپنے مصروف باپ پر ٹوٹ کر پیار آیا کہ سارا دن کی تھکاوٹ کے باوجود انہوں نے کتنی محنت سے اس کیلئے تحفے خریدے ہوں گے، اتنے میں انوار عالم گھر میں داخل ہو گئے، انہوں نے گھر داخل ہوتے ہی وہ شاپنگ بیگ سمیرا کی طرف بڑھا دیا اور کہا یہ میرے بیٹے کا انعام ہے، سمیرا نے جلدی سے شاپنگ بیگ چھینا اور اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی، اس کو بھاگتے دیکھ کر وہ دونوں مسکرا دیے کہ آج ان کی بیٹی کتنی خوش نظر آ رہی ہے؟ سمیرا نے کمرے میں جا کر شاپنگ بیگ کھولا اور جلدی جلدی اس میں موجود پیک شدہ پیکٹ کھولنے لگی؟ ایک ایک کر کے اس نے تمام پیکٹ کھول دیے، ارے یہ کیا؟؟ پاپا تو ساری کتابیں لے آئے ہیں، میں نے ان کا کرنا ہے، بڑبڑاتے ہوئے وہ زیر لب ان کتابوں

کے نام بھی پڑھتی جا رہی تھی، موبائل کے نقصانات، پردہ کی صحیح شکل، بہشتی زیور، بے پردگی کے نقصانات، بیٹی، ہائیں؟ یہ کیا ہے؟ میں نے کیا کہا تھا اور یہ کیالے آئے؟؟؟ پھر اس نے ایسے ہی سرسری انداز میں ایک کتاب اٹھائی موبائل کے نقصانات، اس کی ورق گردانی کرنے لگی، اس کو پتہ ہی نہ چلا اور وہ پڑھتی ہی چلی گئی، جیسے جیسے وہ پڑھتی جا رہی تھی اس کی آنکھیں حیرت سے کھلتی جا رہی تھیں اور اس کا دل شکر سے معمور ہوتا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کتنے سمجھ دار والدین دیے ہیں، جنہوں نے اس کے بھٹکنے سے پہلے ہی اس کی ہدایت کا سوچا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے طفیل اس کو ہدایت دی، کتاب اس نے ایک طرف رکھی اور سجدہ شکر کیلئے جھکتی چلی گئی، اور اس کی آنکھوں سے آنسو سیل رواں کی طرح بہہ رہے تھے۔

ہمت اور محتاجی

کسی نے حاتم طائی سے پوچھا: "کیا دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی شخص دل کا دھنی ہو گا" اس نے کہا: "ہاں! ایک دن میرے ہاں چالیس اونٹ ذبح کیے گئے اور ہر ایک کو اجازت تھی کہ وہ آئے اور دعوت کھائے۔ اسی دوران مجھے کسی ضرورت سے جنگل جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "تم حاتم طائی کی دعوت پر کیوں نہیں جاتے؟ آج اس کے دسترخوان پر ہزاروں لوگ جمع ہیں۔ اس کے جواب میں اس نے کہا: "جو خود کما سکتا ہو، وہ حاتم کا محتاج کیوں ہو؟"

انصاف یہ ہے کہ وہ بوڑھا ہمت میں مجھ سے کافی آگے تھا۔

مرسلہ: بریرہ عابد

خدا کی خوشنودی

فائزہ الیاس

وہ لوگ جو مسکینوں، غریبوں، بے سہارالوگوں کا خیال کرتے ہیں اللہ پاک انہیں غیب کے خزانوں سے نوازتا ہے۔ ایک بوڑھی عورت کو اللہ سے بہت پیار تھا وہ ہر وقت اسے یاد کرتی راتوں کو اٹھ کر تہجد پڑھتی۔ اسے اس دُنیا کی چیزوں سے محبت اور سروکار نہیں تھا وہ ہمیشہ خدا کی طلب میں رہتی۔ یہاں تک کہ اس کے ذہن میں خدا سے ملنے کا خیال آیا اور یہ خیال وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا۔ ایک رات وہ خدا کے دربار میں سر بسجود ہوئی اور ان الفاظ میں اپنی خواہش اللہ پاک کے حضور پیش کی.... اے میرے خدا! تو جانتا ہے میں تجھ سے کتنا پیار کرتی ہوں۔ تو بہت ہی مہربان ہے اور اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اے میرے سونے اللہ، میرے پیارے اللہ، میرے کریم اللہ، میرے رحیم اللہ، میرے غفور اللہ اے مالک الملک میری بڑی خواہش ہے کہ میں تیری دعوت کروں اور تو میرے ساتھ آکر کھانا کھائے، اسے خواب میں احساس ہوا جیسے خواب میں اسے اللہ پاک کہہ رہے ہوں، کہ اللہ پاک شام کو تیرے پاس دعوت کھانے ضرور آئے گا۔

وہ خوشی سے سرشار جب صبح کو بیدار ہوئی تو اس نے گھر میں جمع پونجی کا حساب لگایا اس کے پاس زیادہ رقم نہیں تھی، کچھ رقم وہ اپنے پرس میں ڈال کر بازار گئی۔ چاول اور گھی وغیرہ خرید کر گھر پہنچی اور لذیذ کھانے تیار کرنا شروع کر دیے۔ عصر کے وقت تک وہ تمام کھانے میز پر سجا چکی تھی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسے انتظار تھا کہ اللہ پاک کسی بھی وقت اس کے گھر قدم رنجہ فرما سکتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں اس کے گھر کے دروازے پہ دستک ہوئی تو وہ دروازے کی طرف تیزی سے لپکی اور جیسے ہی

دروازہ کھولا، اس نے ایک فقیر کو دیکھا جو کہ رہا تھا، اس نے کئی دنوں سے کھانا نہیں کھایا۔ خدا ترس ہونے کے ناتے بوڑھی عورت اس فقیر کو خالی ہاتھ نہ لوٹا سکی اس نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور میز پر لا بیٹھایا۔ فقیر نے زندگی بھر ایسا لذیذ کھانا نہ کھایا تھا وہ کھانے پر ٹوٹ پڑا اور جو کچھ سامنے پڑا تھا چٹ کر گیا۔

بوڑھی عورت کو ذرا سی پریشانی ہوئی کہ اب کیا کرے۔ اس نے اپنے پرس کا جائزہ لیا اور بچی کچھی رقم لے کر بازار چلی گئی۔ چند چیزیں خرید کر گھر لائی اور پھر سے اللہ پاک کے لیے کھانا تیار کیا اور میز پر سجایا تھوڑی دیر گزری دروازے پر پھر دستک ہوئی، بڑھیا نے پھر دروازہ کھولا اور دروازے پر کالی بھنگ عورت کو باہر کھڑا پایا اس کے منہ میں دانت نہ تھے اور دونوں کانوں سے بہری تھی وہ اونچی اور سخت آواز میں کہہ رہی تھی کہ تم اگر اللہ پر یقین رکھتی ہو تو مجھے واپس نہ بھیجنا.... مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ اس کے باوجود کے بوڑھی کے پاس رقم نہ بچی تھی۔ وہ انکار نہ کر سکی اس نے فقیرنی کو کھانے کی میز پر لا بیٹھایا۔

اس نے کھاپی کر شکر ادا کیا اور چلتی بنی، سورج غروب ہو چکا تھا شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ عورت سوچ میں پڑ گئی کہ اب کیا کرے؟ اگر اللہ پاک اس کے گھر آتا ہے تو وہ اس کی خاطر مدارت کیسے کرے گی۔ اس کے پاس جو تھوڑے پیسے تھے وہ ختم ہو چکے تھے۔ اس نے گھر کھنگالا تو پرانا ایک چاندی کا کٹورا ملا جو اس کی نانی کے زمانے کا تھا وہ اس کے بزرگوں کی یادگار تھی اس نے وہ کٹورا لیا بازار میں جا کر بیچ دیا اور وہاں سے اشیاء خورونوش خریدی اور کھانے کی میز پر سجایا اللہ پاک کا انتظار کرنے بیٹھ گئی۔

عشاء کا وقت ہو چکا تھا۔ انتظار لمبا ہوتا چلا گیا، رات گہری سنٹوں میں اترتی جا رہی تھی۔ آخر کار دروازے پر دستک ہوئی اس کے دل کی تاریزی سے بچنے لگی، اسے

یہ محسوس ہوا کہ وہ لمحہ آخر آن پہنچا جس کا وہ انتظار کر رہی تھی۔ چہرے پر خوشی اور اداسی کے احساسات سجائے دروازے کی طرف لپکی۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اس نے دیکھا کہ ایک ملنگ دروازے پہ کھڑا ہے اور کھانے کا سوال کر رہا ہے عورت نے مشکل سے اپنے آنسو روکے اور سوچ میں پڑھ گئی وہ کیا کرے لیکن وہ خدا ترس اور مہمان نواز عورت تھی۔ اس نے زندگی میں کبھی انکار نہیں کیا تھا، اس نے ملنگ کو گھر میں آجانے کے لیے کہا۔ ملنگ نے آکر کے جی بھر کے کھانا کھایا عورت کو دعائیں دیں اور رخصت ہو گیا۔ ملنگ کے جانے کے بعد عورت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور کہنے لگی خدایا بازار بند ہو چکا ہے جمع پونجی بھی ختم ہو گئی کچھ نہیں بچا وہ خدا کے حضور سجدہ ریز ہوئی گر گڑا کر آہ وزاری کرنے لگی.... اے میرے مالک آخر کیا وجہ ہے آپ وعدے کے باوجود نہیں آئے اسی کیفیت میں اسے مصلے پہ نیند آگئی۔

اس نے خواب میں دیکھا اللہ پاک اسے بیمار سے کہہ رہے ہیں۔۔۔۔۔ اے میری بندی میں تیری مہمان نوازی سے اتنا لطف اندوز ہوا ہوں کہ تین بار تیرے گھر آچکا ہوں۔ یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی خوشنودی خدمت خلق میں ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ پاک بخشش کے طلبگار ایک مسلم سے کہے گا۔ اے میرے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا، میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی، میں ضرورت مند تھا تو نے میری حاجت روائی نہ کی۔ بندہ اللہ سے کہے گا اے میرے پروردگار! یہ کیسے ہو سکتا ہے تو بیمار ہو یا تجھے بھوک لگے یا تجھے کسی چیز کی حاجت ہو۔۔۔ اللہ پاک فرمائیں گے فلاں موقع پر میرا ایک بندہ تیرے پاس کھانے کی طلب لے کر آیا تھا، فلاں موقع پر ایک بندہ بیمار ہو اور فلاں موقع پر تیرے پاس حاجت روائی کے لیے میرا وہ بندہ آیا تھا۔ تو ان کی خدمت کرتا آج تیرے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے۔

قاتل سپاہی

اہلیہ مفتی شبیر احمد

دوپہر کے ساڑھے بارہ بجے ہیں۔ جون کامہینہ ہے، سمن آباد میں ایک ڈاکیہ سینے میں شرابور بوکھلایا بوکھلایا سا پھر رہا ہے محلے کو لوگ بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔۔ اصل میں آج اس کی ڈیوٹی کا پہلا دن ہے۔۔ وہ کچھ دیر ادھر ادھر دیکھتا ہے پھر ایک پرچون والے کی دکان کے پاس سائیکل کھڑی کر کے دکان دار کی طرف بڑھتا ہے

'قاتل سپاہی کا گھر کون سا ہے؟' اس نے آہستہ سے پوچھا۔۔

دکان دار کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔۔ اس کی آنکھیں خوف سے ابل

پڑیں۔۔

تق قاتل سپاہی۔۔ مم مجھے کیا پتا؟ اس نے جلدی سے دکان کا سٹر گر ادیا۔۔

ڈاکیہ پھر پریشان ہو گیا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ کسی طریقے سے قاتل سپاہی کا پتا چل جائے لیکن جو کوئی بھی اس کی بات سنتا چپکے سے کھسک جاتا۔۔ ڈاکیہ نیا تھا نہ جان نہ پہچان اور اوپر سے قاتل سپاہی کے نام کی رجسٹری آکر وہ کرے تو کیا کرے کہاں سے ڈھونڈھے قاتل سپاہی کو؟ اس نے پھر نام پڑھانا نام اگرچہ انگلش میں تھا لیکن آخر وہ بھی مل پاس تھا، تھوڑی بہت انگلش سمجھ سکتا تھا بڑے واضح الفاظ میں۔۔

قاتل سپاہی "غالب اسٹریٹ" سمن آباد لکھا ہوا تھا۔۔ دو گھنٹے تک گلیوں کی

خاک چھاننے کے بعد وہ ہانپنے لگا۔ پہلے روز ہی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب وہ اپنے پوسٹ ماسٹر کو کیا منہ دکھائے گا۔ اس کا حلق خشک ہو گیا اور پانی کی طلب محسوس ہوئی وہ بے اختیار اٹھا اور گھر کے دروازے پر لگی بیل پر انگلی رکھ دی۔۔ اچانک اسے

زور دار جھٹکا لگا۔۔ جھٹکے کی اصل وجہ یہ نہیں تھی کہ بیل میں کرنٹ تھا بلکہ بیل کے نیچے لگی ہوئی پلیٹ پر انگلش میں 'قاتل سپاہی' لکھا ہوا تھا۔۔

خوشی کی لہر اس کے اندر دوڑ گئی۔۔ اتنی دیر میں دروازہ کھلا اور ایک نوجوان باہر نکلا۔۔ ڈاکیے نے جلدی سے رجسٹری اس کے سامنے کر دی۔۔

کیا آپ کا ہی یہ نام ہے؟

نوجوان نے نام پڑھا اور کہا نہیں یہ میرے دادا ہیں۔۔

ڈاکیے نے جلدی سے پوچھا۔۔ "کیا نام ہے ان کا؟"

نوجوان نے بڑے اطمینان سے کہا "قتیل شفاہی"

Qatil Shiphai

(گل نوخیز کی No خیزیاں سے اقتباس)

حج و عمرہ سروس
گورنمنٹ لائسنس نمبر
LHR-4005



ورلڈ وائڈ سیرکولر ٹریولرز

عمرہ کی بکنگ
جاری ہے

چیف ایگزیکٹو

قاری ضیاء اللہ عثمانی

خصوصی پیشکش ویزہ اور ٹکٹ
کنفرم ہونے کے
بعد رقم وصول کی جائے گی

نمایاں خصوصیات

تمام ایئر لائنز کی اندرون
اور بیرون ممالک کیلئے
ٹکٹ کنفرم کروائیں

فیصل پلازہ گلبرگ چوک میانوالی شہر

آفس

0300-6025553/0321-6350553/0459-236553

اونٹ

محمد نعیم خان

ایک طالب علم کو استاد نے امتحان میں فیل کر دیا، طالب علم شکایت لے کر پرنسپل کے پاس چلا گیا کہ مجھے غلط فیل کیا گیا ہے پرنسپل نے استاد اور طالب علم دونوں کو بلا لیا اور استاد سے فیل کرنے کی وجہ پوچھی استاد صاحب نے بتایا کہ اس لڑکے کو فیل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہمیشہ موضوع سے باہر نکل جاتا ہے جس موضوع پر اسے مضمون لکھنے کو دیا جائے اسے چھوڑ کر اپنی پسند کے مضمون پر چلا جاتا ہے،

پرنسپل نے کوئی مثال پوچھی تو استاد صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے اسے بہار پر مضمون لکھنے کو کہا تو وہ اس نے کچھ اس طرح لکھا:

موسم بہار ایک بہت ہی بہترین موسم ہوتا ہے اور اس کے مناظر بہت ہی دلنشین ہوتے ہیں۔ اس موسم میں ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے اور سبزے کی بہتات ہو جاتی ہے، اس موسم کو اونٹ بہت پسند کرتے ہیں اور اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفر پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔۔۔ وغیرہ وغیرہ

پرنسپل صاحب نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ مناسبت کی وجہ سے بہار کی بجائے اونٹ پر لکھ بیٹھا ہو آپ اسے کوئی اور موضوع دے کر دیکھتے۔

استاد صاحب نے کہا کہ میں نے ایک دفعہ اس سے کہا کہ تم اس طرح کرو کہ جاپان میں گاڑیوں کی فیکٹری پر مضمون لکھو۔ اس طالب علم نے جو مضمون لکھا وہ کچھ اس طرح تھا:

جاپان ایک ترقی یافتہ ملک ہے اور گاڑیوں کی صنعت میں اس کو منفرد و اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ جاپان دنیا میں پہلے نمبر پر ہے گاڑیاں برآمد کرنے میں۔ ہمارے ملک میں بھی زیادہ تر گاڑیاں جاپان کی استعمال ہوتی ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں پیٹرول کی قیمت بہت زیادہ ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم سواری کے لیے اونٹ کا استعمال کریں اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔ پرنسپل بہت حیران ہوا اس نے کہا کہ شاید سواری کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے، آپ بالکل ہی کوئی الگ موضوع دے کے دیکھتے۔ استاد صاحب نے کہا جی ایک دفعہ میں نے بالکل ہی الگ موضوع دیا جس میں اونٹ کا ذکر آنا ہی ناممکن تھا میں نے اسے کمپیوٹر پر مضمون لکھنے کو کہا لیکن اس نے جو مضمون لکھا وہ کچھ اس طرح تھا:

کمپیوٹر ایک نہایت ہی حیران کن ایجاد ہے۔ جو کام پہلے سالوں میں نہیں ہوتے تھے وہ آج سکینڈروں میں ہوتے ہیں۔ کمپیوٹر کا انسانی زندگی پر بہت بڑا احسان ہے۔ آج کل کی نئی نسل کمپیوٹر کو بہت زیادہ اہمیت دیتی ہیں۔ اس کا استعمال زیادہ تر وہ لوگ کرتے ہیں جو تعلیم یافتہ ہوں۔ لیکن جہاں تک غیر تعلیم یافتہ طبقے کا تعلق ہے تو وہ کمپیوٹر پر توجہ نہیں دیتے کیوں کہ وہ اور سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ بالخصوص صحراؤں میں جو بدھوں رہتے ہیں ان کو تو کمپیوٹر کا الف سے بانہیں پتہ۔ لہذا ہمارے علاقے میں یہ لوگ زیادہ تر وقت اونٹ کے ساتھ گزارتے ہیں۔ اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔

پرنسپل نے یہ سن کر کہا کہ پھر تو آپ نے ٹھیک فیئل کیا، پھر طالب علم سے کہا کہ میں آپ کو ایک موقع دیتا ہوں آپ یہیں بیٹھ کر ایک مضمون لکھو جو موضوع سے ادھر ادھر نہ ہٹے، طالب علم مان گیا اور پرنسپل نے اسے ایک روڈ ایکسیڈنٹ پر مضمون لکھنے کو کہتا ہے تو طالب علم یوں مضمون لکھتا ہے

ایک دفعہ میں ریاض سے مکہ جا رہا تھا۔ میرے پاس ٹویوٹا کر سیڈا گاڑی تھی جو بڑی مست تھی۔ میں جناب ہائی وے پر بہت ہی تیز رفتاری کے ساتھ جا رہا تھا میں ایسے علاقے سے گزر رہا تھا جہاں پر اونٹ روڈ کراس کرتے ہیں۔ اور اونٹ کی خاص بات یہ ہے کہ وہ نہ ہی گاڑی سے ڈرتا ہے اور نہ ہی دور ہٹتا ہے۔ اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔

جب پرنسپل صاحب نے یہ مضمون پڑا تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ تمہارا کوئی علاج نہیں اور اس کو فیئل کر دیا۔ اب جناب اس شاگرد کا شک یقین میں بدل گیا کہ اس کے ساتھ ضرور بالضرور ظلم ہوا ہے اور اس نے محکمہ تعلیم کو ایک درخواست لکھی۔ وہ اس طرح تھی کہ

جناب عالی!

میں اپنی کلاس کا ایک نہایت ہی ذہین طالب علم ہوں اور مجھے سالانہ امتحان میں جان بوجھ کر فیئل کر دیا گیا ہے، میرے استاد نے میری قابلیت کی وجہ سے مجھے فیئل کیا ہے، جناب میں نے اپنے استاد کے ناقابل برداشت رویے پر ایسے ہی صبر کیا جیسے اونٹ اپنے مالک کے ستانے پر صبر کرتا ہے۔ مالک اونٹ سے اپنے کام بھی نکلاتا ہے اور اس کو ستاتا بھی ہے۔ اور ہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اونٹ بہت ہی طاقت ور جانور

ہے۔ یہ صحراء کا جہاز کہلاتا ہے۔ اونٹ نہایت ہی صابر جانور ہے۔ لمبے لمبے سفروں پر نکلتا ہے اور زیادہ دن بھوک و پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ کو بہت پسند کرتے ہیں۔

اس زمانے کے اساتذہ میرے ساتھ ایسے ہی ظلم کر رہے ہیں جیسے اونٹ کے ساتھ ہو رہا ہے لوگ ان کے حقوق کو پامال کر رہے ہیں ان سے کام بھی لیتے ہیں اور ان کو مارتے بھی ہیں۔ اور ہاں اونٹ کا گوشت نہایت ہی لذیذ ہوتا ہے۔ اس کا گوشت کبھی آپ نے کھایا ہے اگر نہیں تو چلو میرے ساتھ میرے علاقے میں آپ کو کھلاتا ہوں۔ اور کبھی اونٹنی کا دودھ بھی آپ نے پیا ہے۔ یہ بہت ہی عمدہ اور صحت کیلئے مفید ہوتا ہے۔ اگر آپ میری درخواست پر غور کریں تو میں آپ کو اونٹ کا گوشت کھلانے اور اونٹنی کا دودھ پلانے کا وعدہ کرتا ہوں۔

پُر اعتماد کواٹری کی بیچان **BGS TANK** کا نشان

محمد رئیس انٹرنیٹ برادرز

سمیٹکس

فینسٹی چواری

گارمنٹس

زرری لیس

چوڑیاں

گفت

بلا

مکتبہ علام مولانا محمد الیاس گھمن کی تمام کتب اور رسائل دستیاب ہیں

بنوں روڈ اندرون وزیرستان مارکیٹ ضلع ٹانک 0331-9143483

عجیب و غریب پُراثر باتیں

مولانا قاضی محمد اسرار نیل گڑنگی

نہار منہ شہد اور فالج کا علاج:

ربیع الا برار میں ہے نہار منہ شہد پینا فالج سے امن میں رکھتا ہے۔

تین چیزوں سے علاج:

ایک بار عوف بن مالکؓ بیمار ہوئے انہوں نے پانی، شہد اور روغن زیتون منگو کر ملایا اور پی گئے اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عنایت فرمائی ان سے اس کی نسبت دریافت کیا گیا انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اس کے پیٹ سے شربت نکلتا ہے جس کا رنگ مختلف ہوتا ہے اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے اور فرمایا ہے ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا ہے اور زیتون کے حق میں فرمایا ہے بابرکت درخت ہے۔

ہر علاج میں کلو نجی کا استعمال:

ایک جماعت اکابر سے تمام امراض کے معالجہ کلو نجی کے ساتھ کرتے تھے۔

ہر علاج میں شہد کا استعمال:

اور بعضے بیچ تمام امراض کے شہد استعمال کیا کرتے تھے اور بسبب برکت حسن اعتقاد کے امراض ان کے دفع ہوتے تھے۔

دو دل:

زمانہ جاہلیت میں یہ بات بھی مشہور تھی کہ ذہین اور عقیل آدمی کے دو دل سمجھا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید فرمائی، روح المعانی میں ایک شخص کی حکایت ہے جو ذوق قلبین ہونے کا مدعی تھا کہ بدر سے اس حال میں بھاگا کہ ایک جو تا

پاؤں میں اور ایک ہاتھ میں، ابوسفیان نے اس حال میں دیکھ کر ٹوکا تو اس نے بیان کیا کہ میں دونوں جوتے پاؤں میں سمجھا تھا۔

پریشانیوں کا حل:

حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر بوقت صبح دس مرتبہ ہاتھ پھیلا کر یا باسٹھ کہے اور ہاتھ چہرے پر مل لے تو حق تعالیٰ کسی کا محتاج نہ کرے رزق کشادہ ہو غم و الم دور ہوں تنگدست اور مبتلائے قحط نہ ہو۔

غرق ہونے سے بچنے کا عمل:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو کوئی اس (سورۃ لقمان) سورۃ کو پڑھے گا دریا میں غرق نہ ہوگا۔

زندگی مکہ میں تو موت مدینہ میں:

2007-5-5 میرے والدین محترم عمرے کی ادائیگی کے لیے اس وقت گئے ہوئے ہیں پہلے تو انہوں نے وہاں جا کر ایسا لطف پایا کوئی رابطہ ہی نہیں کیا، مکہ سے مدینہ پھر وہاں سرور کا قرینہ پایا تو شفقت پداری و مادری جاگی تو فون کیا تو فرمایا بچو! ہم نے جنت کا لطف پایا اللہ آپ کو بھی یہاں لائے اور پھر ہمیشہ کے لیے یہاں بسائے بس مکہ اور مدینہ میں جو کچھ مل رہا ہے پوری کائنات میں کسی جگہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کا توفیق عطا فرمائے (گڑنگی)

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے پیارے اشعار

2007-4-19 کو سوزوکی میں سفر کرتے ہوئے ایک پیارے نوارنی چہرے والے بزرگ سے ملاقات ہوئی جب ہم گاڑی سے اترے تو وہ بھی ساتھ اتر گئے غریب خانہ پر تشریف لائے اور حضرت نے قاضی صاحب کے یہ اشعار سنائے جو حاضر

خدمت ہیں۔ موصوف کا نام نذیر احمد فاروقی ہے بہت دلچسپ انسان ہیں حسن اخلاق کے ساتھ ساتھ حسن صورت سے بھی اللہ کریم نے ان کو خوب خوب نوازا رکھا ہے۔

حرم کو بندہ لات و منات کیا جانے ؟
خدا کے گھر کو سکندر حیات کیا جانے ؟
کسی غریب کی اختر شماریوں کے مڑے
نہ رو کے جس نے گزاری ہو رات کیا جانے ؟

آگ دھواں اور انسان:

آخرت پر یقین رکھنے والا انسان اس حدیث کو پڑھ کر لرز جاتا ہے کہ روز قیامت یتیموں کا مال کھانے والے اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کی قبروں سے اور ان کے منہ سے اور ان کے کانوں سے دھواں نکلتا ہو گا تو لوگ پہچانیں گے کہ یہ یتیم کا مال کھانے والا ہے۔

میرے پسندیدہ اشعار:

دلا غافل نہ ہو یک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے
وہ بھائی بدن تیرا جو لیٹے بیج پھولوں پر
یہی ہو گا ایک دن جس کو کیڑوں نے کھانا ہے
بہارِ دنیا ہے چند روزہ یہاں نہ چل سر اٹھا اٹھا کر
خدا نے ایسے کروڑوں نقشے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر
او بندیا نہ کر میری میری نہ تیری نہ میری
چار دُنا دا دنیا میلہ فر مٹی دی ڈھیری

درد بھر واقعہ:

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب نے ایک درد بھر واقعہ سنایا کہ برطانیہ سے ایک ہمارا جاننے والا آیا اس نے بتایا کہ ہمارے قریب وہاں ایک گورار ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک گوری بھی رہتی ہے جو اس کی سگی بیٹی ہے اور اس سے اولاد بھی پیدا ہو رہی ہے جبکہ تمام مذاہب میں بیٹی کے ساتھ کوئی شخص آباد نہیں ہو سکتا، اسلام تو اس کو محرمات میں شامل کرتا ہے۔ یہاں اسلامی معاشرہ کی جو برکات آپ کو نظر آرہی ہیں یہ سب اسلامی مدارس اور علماء اسلام کی برکات ہیں ان دینی مدارس کو آباد رکھنا اپنی اولاد کو صحیح سمت پر چلانا ہے یہ واقعہ سن کر ہر شریف انسان خون کے آنسو سے روتا ہے کہ معاشرہ انسانیت کے نام پہ بدنماداغ بن گیا اہل وطن مدارس دینیہ کے ترجمان اور معاون بن جائیں اسی میں کامیابی و کامرانی ہے۔

مولوی کی پہچان

گزشتہ ایک عریضہ میں موجودہ دور کے گستاخ رسول کی عربی دانی کے بارے میں کہا گیا تھا کہ عربی دان ہونا کمال نہیں، صاحب ایمان اور صاحب نسبت ہونا کمال ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زبان سے ایک نکلا ہوا جملہ اسی کی ترجمانی کر رہا ہے۔ کتاب مقدس اور بخاری محدث کا عبرت ناک انجام ہو گا اس کے ماننے والے عبرت حاصل کریں۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا مولوی احکام دان کو کہتے ہیں عربی دان کو نہیں کہتے ہیں عربی دان ابو جہل بھی تھا مگر لقب تھا ابو جہل نہ کہ عالم۔

بیس ہزار مسلمان

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی وفات کے دن بیس ہزار یہودی عیسائی اور مجوسی مشرف باسلام ہوئے۔

قوت مدافعت

حکیم ڈاکٹر محمد سعید

قوت مدافعت جسم کی وہ قوت ہے جو جسم کی حفاظت کرنے میں پیش پیش ہے۔ اللہ رب العزت کا بڑا عجیب نظام ہے بلکہ یوں کہیے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی ذات بہت مہربان ہے۔ انسانی جسم جب بھی بیمار ہوتا ہے یا انسانی جسم میں جب بھی کوئی بیماری آتی ہے تو قوت مدافعت اس کا مقابلہ کرتی ہے۔ اور جب تک بیماری قوت مدافعت سے کم ہو تو انسانی جسم بیمار نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں میں قوت مدافعت کی زیادتی ہوتی ہے وہ لوگ بہت کم بیمار ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل انسانی جسم میں قوت مدافعت ختم ہو چکی ہے نہ ہونے کے برابر ہے پہلے زمانے کے لوگ خالص غذائیں استعمال کرتے تھے صاف پانی پیتے تھے کیمیکل والی چیزوں سے بچے رہتے تھے۔ صاف آب و ہوا میسر تھی۔ اسی لیے ان کے جسموں میں قوت مدافعت زیادہ تھی۔ بہت کم بیمار ہوتے تھے پیدل سفر زیادہ کر سکتے تھے موسموں کے تبدیل ہونے اور گرمی سردی کو برداشت کر لیتے تھے۔

لیکن آج کل کے لوگ آج کل کے جوان بچے اور عورتیں سب ہی قوت مدافعت کی کمی کا شکار ہو چکے ہیں۔ ہلکا سا موسم تبدیل ہوا۔ ہلکی سی گرمی سردی محسوس فوراً بیماری نے آلیا۔ یہ اسی کی کمی کا نتیجہ ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ لوگ خالص دیسی گھی استعمال کرتے تھے۔ اس کے بعد دیسی گھی کو ختم کر کے بنا سستی پر لایا گیا۔ پھر کوکنگ آئل لایا گیا۔ اور اب اس زمانے کے لوگ دیسی گھی کو ایسا بھولے اگر خدا نخواستہ تھوڑا بہت کہیں مل جائے تو ہضم کرنے کے قابل نہیں۔ پہلے کہیں کوئی مہمان آتا تو دیسی مرغی تلاش کی جاتی۔ مہمان کی خاطر مدارت کی جاتی۔ دیسی انڈے ہوتے۔ تازہ خالص

دودھ ہوتا۔ لیکن اب ان میں سے کوئی چیز بھی خالص نہیں ملتی۔ برائے نام دلیسی مرغیوں کا خاتمہ ہی کر دیا۔ اگر اپنے جسم کو تندرست رکھنا چاہتے ہو زندگی سے لطف اٹھانا چاہتے ہو تو قوت مدافعت کا بہت خیال رکھنا پڑے گا۔ اس کا خیال رکھنا پڑے گا کہ کون کونسی اشیاء سے قوت مدافعت پیدا ہوتی ہے اور کن چیزوں سے ختم ہوتی ہے۔

قوت مدافعت کو زیادہ کرنے کے لیے خالص اور صاف شفاف خوراک کی بہت ضرورت ہے جس قدر خوراک اچھی ہوگی قوت زیادہ ہوگی۔ بیماری کم ہوگی اور غذا، خوراک کی کمی سے سارے کا سارا نظام ختم ہو جائے گا۔

غذا سے فائدے کی بجائے نقصان:

آج کل جو خوراک ہم استعمال کرتے ہیں وہ تو خود ہی ساری بیکار ہوتی ہے یہی وجہ ہے وہ فائدہ نہیں ہوتا جو ہم لینا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے اس غذا کی پیداوار کو دی جانے والی مصنوعی کھادیں اور مصنوعی طریقہ کاشت ہے۔ جس کی سب سے بڑی مثال واضح طور پر نظر آتی ہے کہ بے موسمی سبزیات اور بے موسمی پھل بازاروں میں عام ہیں۔ مصنوعی کھادیں غذا کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر گٹروں کا گندہ پانی جو کہ کیمیکل سے لبریز ہے اور اس میں خطرناک کیمیائی دھاتیں شامل ہیں۔ وغیرہ وغیرہ ہم کئی چیزوں سے دھوکہ کھاتے ہیں اس وقت بازار میں بہت کم خالص چیزیں ملتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل انسانی جسم غذا کی کمی کا شکار ہے۔ قوت مدافعت کی کمی کا شکار ہے۔ بیمار ہونے پر بھی دواؤں کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا، انسان ساری زندگی دواؤں کا محتاج ہی رہتا ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ انسان بیمار ہونے پر دوائیں استعمال کرتا ہے ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن قوت مدافعت کی کمی اور خوراک کی کمی کی وجہ سے پھر بیمار ہو جاتا ہے۔ تکلیف بار بار آتی ہے ساری زندگی اسی طرح گزر جاتی ہے۔

اس کے بچاؤ اور علاج کے لیے چند تدابیر:

1. مصنوعی مسالہ جات سے سے بچا جائے۔
2. مصنوعی سبزیوں اور پھلوں سے بچا جائے۔
3. کھانے کے فوراً بعد چائے اور کولڈ ڈرنکس سے بچا جائے۔
4. قبض کا فوری علاج کیا جائے۔
5. خوراک میں دودھ، گھی دیسی اور مکھن ضرور شامل کیا جائے بیشک تھوڑا ہی ہو۔
6. بیمار ہونے کی صورت میں مکمل خیال کے ساتھ پرہیز اور علاج کیا جائے۔
7. آٹا موٹا ان چھنا استعمال کیا جائے۔
8. کھانے کا وقفہ دو راتیاں کم از کم 6 گھنٹہ ضرور ہو۔
9. پانی زیادہ اور اعلیٰ قسم کا استعمال کیا جائے۔
10. غصہ کی حالت میں کھانا نہ کھایا جائے۔
11. کھانا کم کھایا جائے بہت زیادہ نہ کھالیا جائے۔
12. روزانہ پیدل چلنا معمول بنالیا جائے۔
13. نیند کا خیال رکھا جائے روزانہ کم از کم 6 گھنٹہ ضرور نیند لی جائے۔
14. ناقص غذا اور پھل سے بچا جائے۔
15. جسم میں خشکی کی بڑھتی ہوئی کیفیت کو نظر انداز نہ کیا جائے۔
16. خون کو پاک صاف رکھنے کے تدابیر معالج کے مشورے سے کی جائیں۔
17. تازہ پھل اور تازہ سبزیاں استعمال کی جائیں۔
18. کوئی بیماری لاحق ہو تو قدرتی جڑی بوٹیوں سے علاج کیا جائے۔ فوراً تیز ادویات اور انٹی بائیوٹک ادویات سے بچا جائے۔

صحیح ورزش کے 7 مغالطے

ڈاکٹر نصیر علی

اچھی غذا کے بعد صحیح ورزش سے انسان عمدہ صحت پاسکتا ہے۔ لیکن بہت سے مردوزن نہیں جانتے کہ صحیح ورزش کیسے کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں ورزش سے متعلق کئی مغالطے اور دیومالائی باتیں مشہور ہو چکی۔ ان مغالطوں میں 7 بڑے مغالطے درج ذیل ہیں:

1: صحیح خالی پیٹ ورزش کرنے سے زیادہ چربی گھلتی ہے: سائنسی تحقیق اور تجربات سے ثابت ہو چکا کہ درج بالا نظریے میں کوئی صداقت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ اپنے وقت کے مطابق خصوصاً ایروبک ورزش کریں تو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ ورزشیں کرنے میں وقت کی قید نہیں، آپ صبح، دوپہر یا شام، کسی بھی وقت کر سکتے ہیں۔ جیراڈریکو ورزش کی سائنس کا مشہور امریکی ماہر کہتا ہے اگر آپ نے درج بالا بات پر عمل کیا تو فائدے سے زیادہ نقصان ہو گا۔ وجہ یہ ہے کہ انسان خالی پیٹ ورزش کرے تو اس کی توانائی جلد خرچ ہو جاتی ہے۔ نیز ورزش بھی کسی کام کی نہیں رہتی۔ جیراڈریکو مشورہ دیتے ہیں کہ جب بھی ورزش کریں خصوصاً صبح تو پہلے کوئی پھل یا ایسی شے کھالیں جو آسانی ہضم ہو سکے۔ یوں دوران ورزش اعصاب اور جسم کو مناسب توانائی مل جاتی ہے۔

2: عضلات کا وزن چربی سے زیادہ ہوتا ہے: ایروبک ورزش اور تن سازی کے کلبوں میں جانے کے بعد بعض اوقات وزن کم نہیں ہوتا۔ وہاں موجود ماہرین وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ان کا وزن اس لیے کم نہیں ہوا کیونکہ عضلات (Muscles) کا وزن چربی سے کم ہوتا ہے۔ مگر یہ بات غلط ہے۔ ایک کلو چربی اور ایک کلو عضلات کا وزن

برابر ہوتا ہے۔ یہ مساوات دیگر اشیاء پر بھی صادق آتی ہے۔ الجھاؤ دراصل وزن نہیں
 دبازت (Density) کے باعث پیدا ہوا۔ عضلات، چربی سے زیادہ ٹھوس پن یا
 کثافت رکھتے ہیں 133 یعنی ایک کلو عضلات ایک کلو چربی کی نسبت کم جگہ گھیرتے
 ہیں۔ تن سازی اور ایروبک ورزشوں کا فائدہ یہ ہے کہ وہ عضلات کو بھینچ دیتی ہیں۔
 یوں وزن بے شک کم نہ ہو، انسان سمارٹ اور دبلا نظر آتا ہے۔ لہذا ان کا معتدل
 استعمال جاری رکھیے۔

3: کم شدت کی ورزش زیادہ چربی گھلاتی ہیں: یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ کم
 شدت کی ورزش کرنے سے چربی کے حرارے (Calories) کم جلتے ہیں۔ جب کہ
 سخت ورزش کرنے کے نتیجہ میں نشاستہ (کاربوہائیڈریٹ) جلتا ہے۔ لیکن اصل بات یہ
 ہے کہ ورزش سے کتنے حرارے جلے؟ چاہے آپ کسی قسم کی ورزش کریں، تبھی
 جسمانی وزن کم ہونے سے فائدہ ہوگا۔

اصول یہ ہے کہ جتنی سخت ورزش کی جائے، اتنے ہی زیادہ حرارے جلتے
 ہیں۔ ایسی ورزش کا ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ جسم میں شرح استحالہ (rate
 Metabolic) بھی بڑھا دیتی ہے۔ چنانچہ ورزش ختم ہونے کے بعد بھی جسم (عموماً
 چربی سے) حرارے گھلاتا رہتا ہے جب کہ کم شدت والی ورزشوں سے یہ فائدہ نہیں
 پہنچتا۔ لہذا خصوصاً دبلا ہونے کی خاطر سخت ورزشیں ہی مفید ہیں۔

4: انسان ورزش جاری رکھے، تو کچھ بھی کھا سکتا ہے: یہ بالکل غلط ہے۔ اس
 ضمن میں جیراڈریکو کا کہنا ہے کہ ورزش کرنے والا مرد وزن کبھی کبھی تو بازاری غذا
 (food Junk) کھا سکتا ہے، لیکن یہ سوچ کر اسے عادت بنالینا نقصان دہ ہے کہ میں تو
 ورزش کرتا ہوں۔ انسان ایک طرف ورزشیں کرے اور دوسری طرف بازاری
 غذا کھائے، تو اس کی جسمانی و روحانی صحت کو مطلوبہ فائدہ نہیں پہنچتا۔ ورزشوں

سے تندرستی اسی وقت ملے گی جب انسان اچھی غذائیں کھائے۔

5: جو خواتین زیادہ وزن اٹھائیں، وہ جلدی طاقنور ہو جاتی ہیں: کئی خواتین سمجھتی ہیں کہ تن سازی کی بدولت وہ بھی مضبوط اور ابھرواں پٹھے حاصل کر سکتی ہیں لیکن وہ بھول جاتی ہیں کہ تن سازی کئی گھنٹے وزن اٹھانے اور خصوصی غذائیں کھانے کے بعد ہی مضبوط پٹھے حاصل کرتے ہیں۔ یہ چند ہفتے یا ماہ کا کھیل نہیں، تاہم ماہرین ہلکا وزن اٹھانے کی ورزشوں کو خواتین کے لیے مفید قرار دیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یوں ان کے جسمانی پٹھے بڑھتے اور ہڈیوں کی کمیت (Mass) میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ یہ دونوں عمل پھر خاتون کو ہڈیوں کے بھر بھرے پن والی بیماری (Osteoporosis) سے بچاتے ہیں۔ مزید برآں پٹھے بڑھنے سے چربی بھی جلتی ہے۔ لہذا معتدل لحاظ سے وزن اٹھانا خواتین کے لیے مفید ہے۔

6: مخصوص حصہ کم کرنا ممکن ہے: بعض لوگ کہتے ہیں کہ مخصوص ورزشوں کے ذریعے جسم کے کسی خاص عضو یا حصے کی چربی بالکل ختم کرنا ممکن ہے۔ لیکن یہ بھی غلط نظریہ ہے، وجہ یہ ہے کہ جب ورزش یا کسی بھی جسمانی سرگرمی کے ذریعے ہمارا بدن چربی گھلانے کا کام شروع کرے، تو وہ ہر عضو یا حصے سے تھوڑی تھوڑی چربی گھلاتا ہے۔ اسی لیے کسی ورزش یا دوا سے صرف کسی ایک مخصوص حصہ جسم کی چربی گلانا ممکن نہیں، یہ اثباتی اعضا پر بھی پڑتا ہے۔

7: ورزش جتنی زیادہ کی جائے، اتنا ہی بہتر ہے: تن سازی کے شوقین اور جسم کو چاق چوبندر رکھنے کی آرزو رکھنے والے یقین رکھتے ہیں کہ ورزش جتنی زیادہ کی جائے، وہ اتنا ہی فائدہ پہنچاتی ہے۔ لیکن ماہرین کا کہنا ہے کہ صرف ورزش سے عضلات کی نشوونما نہیں ہوتی اور نہ بدن چست ہوتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ موزوں غذا کھائی جائے اور مناسب آرام بھی کیا جائے۔ تبھی ورزشوں سے فائدہ ہوتا ہے۔

پاپا! مجھے سائیکل چاہیے۔

صائمہ نورین

ایک غریب خاندان کے لڑکے نے اپنے باپ سے کہا۔ میرے لئے سائیکل خرید دیجئے باپ کے لئے یہ مشکل تھا۔ اس نے ٹال دیا، لڑکا بار بار کہتا رہا اور باپ بار بار منع کرتا رہا۔ آخر کار ایک روز باپ نے ڈانٹ کر کہا: "میں نے کہہ دیا کہ میں بائیسکل نہیں خریدوں گا۔ آئندہ مجھ سے اس قسم کی بات مت کرنا۔" یہ سن کر لڑکے کی آنکھ میں آنسو آگئے۔ وہ کچھ دیر تک چپ رہا۔ اس کے بعد روتے ہوئے بولا: آپ ہی تو ہمارے باپ ہیں پھر آپ سے نہ کہیں تو کس سے کہیں۔ اس جملہ نے باپ کو تڑپا دیا۔ اچانک اس کا انداز بدل گیا۔ اس نے کہا: "اچھا بیٹے! اطمینان رکھو۔ میں تم کو ضرور بائیسکل دوں گا۔" کچھ دنوں میں اس نے پیسے پورا کر کے بیٹے کے لئے نئی بائیسکل خریدی۔ لڑکے نے بظاہر ایک لفظ کہا تھا۔ مگر یہ ایسا لفظ تھا جس کی قیمت اس کی اپنی زندگی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے اپنے آپ کو اپنے سرپرست کے آگے بالکل خالی کر دیا ہے۔ یہ لفظ بول کر اس نے اپنے آپ کو ایک ایسے نقطہ پر کھڑا کر دیا جہاں اس کی درخواست اس کے سرپرست کے لئے بھی اتنا بڑا مسئلہ بن گئی جتنا وہ خود اس کے اپنے لئے تھی... یہ انسانی واقعہ خدائی واقعہ کی تمثیل ہے۔ دعا وہ ہے جس میں بندہ اپنے پوری ہستی کو انڈیل دیتا ہے۔ جب بندہ کی آنکھ سے عجز کا وہ قطرہ ٹپک پڑتا ہے جس کا تحمل زمین و آسمان بھی نہ کر سکیں... یہ وہ لمحہ ہے جب کہ دعا محض زبان سے نکلا ہو ایک لفظ نہیں ہوتی بلکہ اپنی شخصیت کو مٹا دینے، ختم کر دینے کی انتہا بن جاتی ہے... اس وقت اللہ کی رحمتیں اپنے بندے پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔ بندگی اور خدائی دونوں ایک دوسرے سے راضی ہو جاتے ہیں۔ قادر مطلق عاجز مطلق کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے۔

نجات نامہ

ام حمزہ، سرگودھا

الشکور:

جو شخص معاشی تنگی دستی، مفلسی یا کسی اور دکھ درد، رنج و غم میں مبتلا ہو وہ اس اسم شریف الشکور کو اکتالیس مرتبہ روزانہ پڑھے تو ان شاء اللہ اس سے رہائی نصیب ہوگی۔

العلی:

جو شخص اس اسم شریف العلی کو ہمیشہ پڑھتا رہے اور لکھ کر اپنے پاس رکھے تو ان شاء اللہ اسے رتبہ کی بلندی، خوشحالی اور مقصد میں کامرانی نصیب ہوگی۔

الکبیر:

جو اپنے عہدہ سے معزول ہو گیا ہو وہ سات روزے رکھے اور روزانہ ایک ہزار مرتبہ یا کبیر پڑھے۔ ان شاء اللہ اپنے عہدہ پر بحال بھی ہو جائے گا اور برتری اور ترقی بھی نصیب ہوگی۔

الحفیظ:

جو شخص بکثرت یا حفیظ کا ورد رکھے گا اور لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ انشاء اللہ ہر طرح کے خوف و خطر اور نقصان و ضرر سے محفوظ رہے گا۔

المقیت:

جو شخص خالی آنچورے میں سات مرتبہ یہ اسم پڑھ کر دم کرے گا اور اس میں خود پانی پئے یا کسی دوسرے کو پلائے یا سوکھے گا تو انشاء اللہ مقصد پورا ہوگا۔

الحسیب:

جس کو کسی بھی شخص یا چیز کا ڈر ہو وہ جمعرات سے شروع کر کے آٹھ روز

تک صبح شام ستر مرتبہ حسبی اللہ الحسیب پڑھے وہ انشاء اللہ ہر شر سے محفوظ رہے گا۔

الجلیل:

جو شخص مشک وزعفران سے اس اسم کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اور کثرت سے یا جلیل کا ورد رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو انشاء اللہ عزت و عظمت اور قدر و منزلت عطا فرمائے گا۔

الکریم:

جو شخص روزانہ سوتے وقت یا کریم پڑھتے پڑھتے سو جایا کرے اللہ تعالیٰ اس کو علماء و صلحاء میں عزت نصیب فرمائیں گے۔

الرقیب:

جو شخص اپنے اہل و عیال اور مال و منال پر سات مرتبہ اس اسم شریف الرقیب کو پڑھ کر روزانہ دم کیا کرے اور یاریقب کا ورد رکھے ان شاء اللہ وہ سب آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

المجیب:

جو شخص کثرت سے یا مجیب پڑھا کرے ان شاء اللہ اس کی دعائیں بارگاہ خداوندی میں قبول ہونے لگیں گی۔

الواسع:

جو شخص کثرت سے یا واسع کا ورد رکھے گا ان شاء اللہ اس کو ظاہری، باطنی غنا اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

الحکیم:

جو شخص کثرت سے یا حکیم پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اس پر ان شاء اللہ علم و حکمت کے دروازے کھول دیں گے جس شخص کا کوئی کام پورا نہ ہوتا ہو تو وہ پابندی سے اس اسم کو پڑھا کرے ان شاء اللہ کام پورا ہو جائے گا۔

مسلمان کے حقوق

مولانا عبدالستار، ہمت

ایک حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر 6 حقوق ہیں۔

1- جب اس سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کرے۔

2- جب کوئی دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرے۔

3- جب اس کو چھینک آئے تو اس کی چھینک کا جواب (یرحمک اللہ) دے۔

4- جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔

5- جب وہ فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ ادا کرے۔

6- اور اس کے لیے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ج 2 ص 398)

ایک حدیث میں ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تک تم ایمان نہ لاؤ گے تم جنت میں داخل نہ ہو گے اور تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہ ہو گا جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اس کو اختیار کر لو گے تو تمہاری باہمی دوستی قائم ہو جائے گی کہ اپنے مابین سلام کو عام کرو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ

صحابی رسول حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے زیادہ نزدیک وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرنے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سلام میں پہل کرنے اور عام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

خدا کی کرم نوازی

ارحم کریم

نماز کا ٹائم تھا اور میں مسجد کی طرف جا رہا تھا.. رستے میں دو دوست اور ساتھ مل گئے.. وہ کسی موضوع پہ بات کرتے آرہے تھے.. میں نے سلام کیا اور ان کے موضوع کو جاری رکھنے کا کہہ کر چپ چاپ ان کے ساتھ چل پڑا.. ان میں سے ایک کہنے لگا.. "میں ایک بار ٹرین کے سفر پہ تھا.. راستے میں ٹرین ایک سٹیشن پہ رکی تو میں کچھ کھانے پینے کے لیے نیچے اترا.. ایک سٹال والے سے چاولوں کی پلیٹ خریدی اور ادھر ہی کھانے لگ گیا.. چاول کھا کے پلیٹ واپس کی اور پیسے دے کے واپس مڑا تو ایک سائل عورت نے فریاد کی کہ اے بابو! صبح سے کچھ نہیں کھایا.. خدا کے نام پہ کچھ کھانے کو لے دو نا.. میں نے اسی سٹال سے ایک پلیٹ چاولوں کی خریدی اور اس کو دی.. اسی لمحے ٹرین کی وسل سنائی دی اور میں بھاگ کے ٹرین میں سوار ہوا اور اپنی سیٹ پہ جا کے بیٹھ گیا.. ٹرین نے آہستہ آہستہ چلنا شروع کیا تو اچانک میری نگاہ باہر پڑی تو میں مسکرا دیا.. کیونکہ باہر وہی عورت سٹال والے کو چاولوں کی پلیٹ واپس کر کے 50 کا نوٹ لے رہی تھی..! میں نے سوچا واقعی دنیا بہت فاسٹ ہو گئی ہے اور اس ملک نے کیا خاک ترقی کرنی جہاں ایک سائل بھی داؤ لگانے سے باز نہیں آتا.. لیکن اسی طرح ایک اور سفر کے دوران میں سٹال پہ کھڑا کھانا کھا رہا تھا کہ ایک خستہ حال سائل میرے پاس آیا اور کہا.. بیٹا! دو دنوں سے کچھ نہیں کھایا.. رب کے نام پہ کھانا کھلا دو.. میں نے سٹال والے سے ایک اور کھانا لے کے اس خستہ حال سائل کو دیا تو وہ ایسے کھانے پہ ٹوٹ پڑا جیسے صدیوں سے کچھ نہ کھایا پیا ہو.. اسے یوں کھاتا دیکھ کے میری نگاہیں اوپر کی جانب اٹھیں کہ واہ مالک! تیرے اپنے ہی راز ہیں سارے! کوئی حقیقت میں بھوک کا مارا ہوتا

ہے اور کوئی بھوک کی آڑ میں حرص کا مارا ہوتا ہے.. اگر میں اس سائل عورت والے واقعہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے تیرے اس بندے کو کچھ نہ کھلاتا تو نجانے بیچارا اور کہاں کہاں مانگتا پھر تا۔

مسجد آگئی تھی اور اس کی گفتگو ختم ہو گئی تھی.. میں وضو کرتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اللہ رب العزت آپ کے درپہ سوالی آپ کی اوقات دیکھ ہی بھیجتا ہے.. اسے اللہ رب العزت کی کرم نوازی سمجھنا چاہیے کہ اس نے اپنی مخلوق کی حاجت پوری کروانے کے لیے آپ کے در کو سعادت بخشی ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے دیے ہوئے رزق سے صدقہ و خیرات کرنے کی توفیق عطا فرمائے.. آمین۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

چوہدری محمد یونس گھسن کی بیٹی اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن کی بھتیجی کار ایکسڈنٹ میں جان بحق ہو گئیں۔

جامعہ دارالعلوم عید گاہ کبیر والا خانیوال کے نائب شیخ الحدیث مولانا عبدالستار کی اہلیہ محترمہ وفات پا گئیں ہیں۔

مولانا محمد عاطف معاویہ استاد مرکز اہل السنہ والجماعت کے پھوپھاجی ملک محمد شفیع صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔

مولانا محمد رمضان متخصص مرکز اہل السنہ کے ناناجی وفات پا گئے ہیں

مولانا محمد عرفان جمیل متخصص مرکز اہل السنہ کے خالہ زاد محمد رضوان وفات پا گئے

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورۃ الفاتحہ اور تین بار سورۃ

الاحلاص پڑھ کر تمام موتی کے لیے ایصال ثواب کر دیں اللہ تعالیٰ تمام کی کامل مغفرت

فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

شکایت کیسے درج کرائی جائے!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ماہنامہ بنات اہلسنت ہر انگریزی ماہ کی 2 تاریخ تک آپ کی طرف روانہ کر دیا جاتا ہے۔ کبھی آپ تک پہنچنے میں تاخیر ہو جائے یا بالکل ہی نہ مل پائے تو آپ ہمیں اپنی شکایت درج کرائیں ان شاء اللہ آپ کی شکایت کا ازالہ کیا جائے گا۔

طریقہ: نام۔۔۔۔۔ رسید نمبر۔۔۔۔۔ خریداری نمبر۔۔۔۔۔ ایجنسی نمبر۔۔۔۔۔ ایڈریس۔۔۔۔۔
تعداد رسالہ۔۔۔۔۔ بابت ماہ۔۔۔۔۔ کار سالہ نہیں ملا۔

وضاحت:

[رسید نمبر] جب آپ نے رسالہ بک کرایا تھا اور رقم ادا کی تھی تو آپ کو دفتر کی جانب سے ایک رسید دی جاتی ہے۔ جس پر آپ کا نام اور علاقہ وغیرہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔
[خریداری نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو رسالہ بھیجتا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ خریداری نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔
[ایجنسی نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو زیادہ تعداد میں رسالہ بھیجا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ ایجنسی نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مثلاً: محمد عبداللہ، رسید نمبر 234، خریداری 456، مکان نمبر 32، رانا اسٹریٹ ،
ڈاکخانہ حویلیاں، ہری پور، عدد 1، مارچ 2014۔

ہمیں خط لکھیں یا میج کریں اور ای میل بھی کر سکتے ہیں۔

خط لکھنے کے لیے: دفتر رسائل و جرائد مرکز اہل السنّت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا

ای میل ایڈریس: mag@ahnafmedia.com

میج کرنے کے لیے: 03326311808

رقم بھیجنے کا طریقہ کار!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو ادارے کی جانب سے گزارش کی جاتی ہے کہ آپ کو ہر ماہ تسلسل کے ساتھ مطلوبہ رسائل بھیجے جا رہے ہیں۔ آپ کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارہ نے آپ کی طرف سے ادا شدہ رقم کو یقینی بنانے کے لیے ہدایات جاری کی ہیں۔

(ادارہ)

بذریعہ منی آرڈر:

دفتر رسائل و جرائد [ماہنامہ بنات اہل السنّت] مرکز اہل السنّت والجماعت
87 جنوبی سرگودھا۔

نوٹ: منی آرڈر سلپ پر اپنا نام مکمل پتہ اور فون نمبر لکھنے کے ساتھ ساتھ مطلوبہ رسالے کا نام ضرور لکھیں اور اگر نیا رسالہ جاری کرانا ہے تو ساتھ بریکٹ میں (جدید) لکھیں اور اگر سابقہ بل ادا کرنا ہے تو بریکٹ میں (تجدید) اور اپنا خریداری نمبر لکھیں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ:

میزان بینک سرگودھا نام محمد الیاس 14010100725862

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ✉ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

ای میل ایڈریس:

mag@ahnafmedia.com

میج کرنے کے لیے:

[بنات اہلسنت کے مستقل ممبر بننے دوستوں کے نام بنات اہلسنت سبسکریپشن کیجیے]

ممبر شپ کا طریقہ

نام:..... ولدیت:.....

رابطہ نمبر:..... ای میل:.....

بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر نمبر (لازمی):.....

بینک کا نام:..... رقم جمع کرانے کی تاریخ:.....

مکمل ایڈریس: :.....

مکان / فلیٹ / دکان / دفتر نمبر، ڈاکخانہ، تحصیل، ضلع اور صوبہ واضح لکھیں:

نوٹ: فارم کسی بھی سادہ کاغذ پر فل آپ کر کے سرکولیشن مینیجر بنات اہلسنت کے نام

درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یا بینک ڈرافٹ نمبر اور مکمل پتہ فون پر لکھوادیں۔

پتہ: دفتر رسائل و جرائد (بنات اہلسنت) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا۔

نوٹ: رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر درج بالا پتے پر کریں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ: میزان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 14010100725862

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا

S.M.S یا ای میل ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

مضامین بھیجنے اور شکایات کے لیے: mag@ahnafmedia.com

فون: 03326311808

ماہنامہ بنات اہلسنت ملنے کے پتے

فون نمبرز	علاقہ	ایجنسی ہولڈرز
03342028787	کراچی	دارالایمان
03003564987	احمد پور سیال	مولانا محمد ارشد ندیم
03136969193	اوکاڑہ	مولانا محمد دلاور
03008091899	قصور	مولانا عبد اللہ قمر
03212374824	حافظ آباد	مولانا عبد اللہ شہزاد
03319143483	ٹانک	محمد رئیس
03153759031	فیصل آباد، لاہور	مولانا خالد زبیر
03335912502	چکوال	مولانا خالد زبیر
03363725900	واں بھچراں	ضیاء الرحمن
03084552004	ننکانہ صاحب	حبیب الرحمن نقشبندی
0331-6704041	ڈیرہ غازی خان	محمد کلیم اللہ
03023501755	مانسہرہ	قاضی اسرار نیل گڑنگی
03219192406	پشاور	طارق حسین
03067800751	سرگودھا	مولانا امان اللہ حنفی
03336228425	کبیر والا	مولانا محمد اختر
03343682508	ڈیرہ اسماعیل خان	ذوالقرنین

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808